تفسیر آیت النور
مصنف
للمحقق المتقن حضرۃ مولانا
الشاہ رفیع الدین المحدث الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
تحقیق و مقدمہ
حضرۃ مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ العالی
بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مترجم
حضرۃ مولانا حافظ عزیز الرحمن صاحب ایم۔اے ایل۔ایل۔بی
مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

نام کتاب ـــــ تفسیر آیتُ النُّور

تالیف ـــــ حضرۃ مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

تحقیق و مقدمہ ـــــ حضرۃ مولانا صُوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ

مترجم ـــــ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن، ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی

کتابت ـــــ شوکت محمود صدیقی، ادارہ انیس الکتابت گوجرانوالہ

تاریخ طبع اوّل ـــــ جمادی اُخری ۱۳۸۲ ھ

تاریخ طبع دوم ـــــ شعبان المعظم ۱۴۱۵ ھ بمطابق ۱۹۹۵ء

مطبع ـــــ زاہد بشیر پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر ـــــ ادارہ نشرواشاعۃ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تعداد ـــــ ۵۰۰ (پانچ سو)

قیمت ـــــ ۳۹/ روپے

ـــــ ملنے کے پتے ـــــ

۱- ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۲- مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ
۳- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
۴- مکتبہ سیّد احمد شہید 〃 〃
۵- مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ کراچی ع۱۶
۶- کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
۷- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

رائے گرامی

حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، حال صدر شعبہ تفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

جناب صوفی صاحب زیدت فیوضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ حسب الحکم انتہائی مصروفیت کی وجہ سے تفسیر آیتِ نور کے متعلق حقیر کی اجمالی رائے حسب ذیل ہے:

یہ اڑتالیس صفحات کا رسالہ ہے جو اسرار المحبۃ کی طرح عربی زبان میں ہے۔ میں آجکل تعارف علوم القرآن لکھ رہا ہوں جس کی اشاعت کی خدمت کے لیے دار العلوم دیوبند کے شعبہ معارف القرآن نے مجھ کو لکھا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب مشکلات القرآن کا ہے جس میں آیت النور بھی داخل ہے یہ رسالہ کسی اور مطبع کا میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے لیکن اس وقت میرے پاس نہ تھا۔ زیر تقریظ رسالہ کو جو میں نے دیکھا تو اس سے میں نے کافی استفادہ کیا جس کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آیتِ نور کے متعلق تفاسیر کا جس قدر ذخیرہ موجود ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ان سب پر بھاری ہے۔ اس سے ناظرین رسالہ مذکورہ کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فقط والسلام

احقر شمس الحق افغانی

جامعہ اسلامیہ بہاول پور

۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ طبع دوم

الحمد للہ کہ تفسیر آیۃ النور کا یہ چھوٹا سا کتابچہ اپنے مقاصد و معانی کے اعتبار سے کثیر الضخامۃ کتب پر بھاری ہے حضرۃ مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا یہ رسالہ مخطوطات سے مع تصحیح کے پہلی دفعہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو ۱۳۸۲ھ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کافی عرصہ ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا۔ چونکہ پہلا ایڈیشن معرا تھا صرف عربی تھی۔ بعض حضرات کی خواہش تھی کہ اگر اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہوتا تو جو لوگ عربی نہیں جانتے ان کے لیے بھی اس کے پڑھنے کا موقع بن جاتا۔ احقر کی صحت اور بصارت اسکی اجازت نہیں دیتی تھی کہ احقر اس کا ترجمہ کر سکتا۔ احقر کے خیال میں اس کے ترجمہ کے لیے موزوں شخصیت ہمارے رفیق مولانا عزیز الرحمٰن صاحب فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم و ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل، ایل۔ ایل۔ بی جو تقریباً پندرہ سال تک مدرسہ نصرۃ العلوم میں ایک اچھے کامیاب مدرس کی حیثیت میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے ہیں، تھی۔ چنانچہ احقر کی خواہش پر انھوں نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا۔ اب دوسرا ایڈیشن مع ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے اسکے ساتھ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تقریظ بھی شائع کی جا رہی ہے جس سے اس تفسیر کی اہمیت اہل علم کے نزدیک واضح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اہلِ علم کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بھی امام ولی اللہؒ کی حکمت کو آسان بنانے کے سلسلہ کی کڑی ہے۔

واللہ الموفق والمعین بحرمۃ النبی الامی والہ وصحبہ اجمعین۔

برحمتک یا ارحم الرّاحمین۔

احقر عبدالحمید سواتی

شعبان ۱۴۱۴ھ — فروری ۱۹۹۴ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ!

طبع اوّل

تفسیر آیت النور

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدّث دہلویؒ کی تصنیفات میں سے جس میں شاہ صاحبؒ نے آیت النور (سورۃ نور، رکوع ۴) کی تفسیر لکھی ہے اس رسالہ میں خطبہ کے بعد آپ نے ایک مقدّمہ، ایک مقصد، ایک تکملہ اور آخر میں خاتمہ درج کیا ہے۔ مقدمہ میں سب سے پہلے یہ بیان فرمایا ہے کہ معارف الٰہیۃ (حقائق) سے بحث کرنے والے اسلاف میں پانچ گروہ ہیں۔ محدّثینِ عظام، متکلمین، صُوفیہ کرام، فلاسفہ (حکماء، اشراقیین و مشائیین) اور پانچواں اپنے والد بزرگوار حکیم الامّت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ان کے کئی اصول اور اصطلاحات ہیں۔ اپنے والد کو ان تمام پر ترجیح دی ہے اور ان کے مسلک کو زیادہ ادق اور اشمل سے تعبیر کیا ہے۔

اس کے بعد مقدمہ میں آیت کے وجوہ قراۃ بیان کیے ہیں اور مثال کی وضاحت کی ہے۔ پھر مقصد میں اوّلاً ان تمام مسالک کے مطابق آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور دس وجوہ بیان کیے ہیں جن میں آیت کی مختلف تاویلات اور تفسیرات ان مختلف گروہوں کی طرف سے کی گئی ہیں۔

پھر تکملہ میں مزید وجوہ تاویل جو دیگر مختلف ارباب علوم و فن کی طرف سے استنباط و استخراج کی جا سکتی تھیں وہ بیان کر دی ہیں اور آخر میں خاتمہ ہے اور یہ بہت اہم ہے۔ اس

میں مثال کی تشبیہات کی وضاحت کی ہے اور اشارات کو متعین کیا ہے اور اس حصہ میں حکمت ولی اللّٰہی کی کچھ باتیں بیان کردی ہیں اور پھر آیت النور کے بعد والی آیات کو بھی ساتھ حل کر دیا ہے۔

تکملہ اور خاتمہ کی اہمیت و افادیت اس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ آیت کی تفسیرات مختلفہ اور تاویلات متنوعہ دیگر تفاسیر میں بھی موجود ہیں لیکن اس میں جن حقائق کی طرف اشارات کیے گئے ہیں۔ ان کی وضاحت اور تشریح یہ صرف حکمت ولی اللّٰہی کا خاص حصہ ہے جو دوسری کتابوں میں کہیں نہیں دستیاب ہو سکے گا۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی کتابوں کا اجمالی تعارف ہم نے "مجموعہ رسائل" کے مقدمہ میں لکھا تھا۔ اس وقت ان کتابوں میں سے صرف مجموعہ رسائل، علاماتِ قیامت، اور ترجمہ قرآن کریم ہی ہمارے پاس موجود تھیں اور ان کے علاوہ کوئی کتاب اُس وقت ہمیں نہیں مل سکی تھی ہم برابر تلاش میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شاہ رفیع الدینؒ کی کئی اہم کتابیں ہمیں مل چکی ہیں اور جن کی نقل ہم نے حاصل کر لی ہے شاہ صاحبؒ کی معرکۃ الآراء کتاب "تکمیل الاذہان"، رسالہ "مقدمۃ العلم"، "اسرار المحبۃ" ان کی تصحیح و اشاعت بھی ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سامان پیدا کر دیا تو یہ بھی اہلِ علم کی خدمت میں پہنچ جائے گی۔

اس وقت تفسیر آیت النور پیش کی جا رہی ہے۔ اسکی نقل ہم نے بہاول پور پہنچ کر حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب عمر پوری (فاضل دار العلوم دیوبند سابق مدرس جامعہ عباسیہ تلمیذ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ و حال خطیب جامع مسجد بیکانیری گیٹ بہاول پور) سے حاصل کی ہم حضرت محمد عبد اللہ صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ان کتابوں کی نقل لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مولانا کے پاس تفسیر آیت النور اور تکمیل الاذہان یہ دونوں کتابیں قلمی موجود ہیں۔ اور یہ دراصل مولانا عبد التواب ملتانیؒ کی کتابیں تھیں جو فروخت ہوتے ہوئے مولانا محمد عبد اللہ صاحب

تک پہنچی ہیں تفسیر آیت النور کا نسخہ مولوی عبد التوابؒ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا ہے اور اس
کے آخر میں یہ عبارت درج ہے: "تم الكتاب ولله الحمد عام الف وثلاث
مائة وتسع بعد الهجرة لسبع بقين من شهر جمادى الاولى يوم السبت
من يد الفقير الى الله الغني عبد التوّاب الملتاني. اللّٰهم اغفر له ولوالديه
واحسن اليهما واليه. وانعم عليهما بما لديك وعليه اله الحق
امين برحمتك يا ارحم الراحمين"۔ تفسیر آیت النور جہاں تک ہماری معلومات
ہیں اس سے قبل طبع نہیں ہُوئی ہم پہلی مرتبہ اس کی طباعت کرا رہے ہیں۔

ہم نے اصل اسی نسخہ ملتانی کو قرار دیا ہے اور اس کے بعد اس کا تقابل مجلسِ علمی کے
قلمی نسخہ سے کیا ہے جس نسخہ کو ہماری طلب پر مجلسِ علمی کراچی کے ناظم حضرت مولانا محمد طاسین
صاحب نے ہمارے پاس بھیج دیا۔ ہم مولانا مدظلہ کے از حد شکر گزار ہیں کہ انھوں نے علمی خدمت
میں فیاضی سے کام لیتے ہُوئے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

مجلسِ علمی کا یہ نسخہ جس کے آخر میں نسخہ کی تاریخ ۲۱ صفر ۱۲۷۹ھ تم المقابلہ درج
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ہندوستان کے متعدد نسخوں سے مقابلہ کے بعد مرتب کیا
گیا ہے۔ بالخصوص آ، ط[ع] کے نسخہ کی تصحیح مختلف مقامات میں نہایت ہی مفید اور کارآمد ہے
جو نسخہ ہم پیش کر رہے ہیں اس لحاظ سے گویا متعدد نسخوں سے تصحیح کے بعد تیار ہوا ہے۔
والحمد لله على ذلك۔ لیکن اس کے باوجود بھی کئی مقامات ایسے رہ گئے ہیں کہ جن
کی تصحیح نہیں ہو سکی اہلِ علم جب پڑھیں گے تو امّید ہے اس کو حل کرنے کے بعد ہمیں
اطلاع دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

حضرت شاہ رفیع الدّینؒ کی کتب کی اہمیت

شاہ صاحب کی کتابوں کی اہمیت اور ان کا افادی پہلو اہلِ علم کے سامنے ان کتابوں اور

ع ۱، ط سے مراد قاضی اطہر علی مبارک پوری ہیں ۔ ۱۲ سواتی

رسائل کا نہایت غور سے مطالعہ کرنے کے بعد ہی واضح ہو سکتا ہے ۔

پھر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ خالص علمی سطح کی کتابیں اور رسائل ہیں عام استعداد کے لوگ ان سے بآسانی استفادہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی انھیں ان کے پیچھے پڑنا چاہیے ۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کتب کے مطالعہ کے بعد حکمت کے متلاشی اور کشف دقائق کے لوگ حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ کی کتب سے جو سراسر علم و حکمت سے لبریز ہیں جیسا کہ آپکے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ معاد جسمانی کی بحث میں فرماتے ہیں:

وبالجملة فبسط الکلام موقوف علیٰ تمہید اصول بسطھا سیدی الوالد فی کتبہ فمن شاء تفصیل تلك الاصول فلیرجع الیٰ تصانیفہ المملوۃ نورًا وصدقا ۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۵۹/۱۲) استفادہ آسان ہو سکتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تصانیف میں اسلام کو ایسے حکیمانہ انداز میں پیش کرتے ہیں اور اسلام کی باریکیوں کو ایسے طریق پر سمجھاتے ہیں کہ ایک طرف تو تمام عقلِ سلیم اور فہمِ مستقیم رکھنے والے لوگ آسانی سے اسلام کے حقائق کو پا سکتے ہیں، شاہ صاحب ایسے اصول مقرر کرتے ہیں جنکو ملحوظ رکھنے کے بعد جن مشکلات سے اہلِ علم دوچار ہوتے ہیں وہ آسانی سے حل ہو جاتے ہیں ۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسلام اس طرح دل میں بیٹھ جائے تو پھر کوئی فتنہ اسکو متزلزل نہیں کر سکتا ۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اسلام کی ہمہ گیری اور اس کے ضوابط و قوانین کا اتنا وسیع مطالعہ اور اسلام کی حکمتِ عملی اور اسکے اسرار و رموز کو اتنی وسعت کے ساتھ سمجھانا شاید شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد اس سرزمین میں کسی اور عالم کو نصیب نہیں ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے ۔

فلسفہ ولی اللّٰہی کی شدید ضرورت

اس دورِ پرفتن میں جبکہ نسلِ انسانی ہمہ گیر فتنوں کی زد میں ہے خصوصًا اسلام اور

اہل اسلام کی دشمنی اور بیخ کنی میں تمام شیطانی طاقتیں مصروفِ پیکار ہیں۔ اس لیے بھی ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس فلسفہ کی اشاعت اور اس سے استفادہ وافادہ ضروری ہے اور یہی چیز ہمارے پیش نظر ہے۔

جہاں تک اسلاف کرام کی علمی خصوصیات اور ان کی کتب کا تعلق ہے ان میں بعض تو ایسے ہیں جن پر عقلی رنگ کا غلبہ ہے اور بعض پر نقلی رنگ کا غلبہ ہے اور بعض کشف کے زیادہ دلدادہ ہیں لیکن یہ خصوصیت صرف علوم ولی اللہی کو حاصل ہے کہ ان تینوں علوم کو متوازن درجہ میں رکھ کر ان سب سے استفادہ کرنا اور پھر ہر ایک کو اپنے مقام میں رکھ کر اس کی اہمیت اور ضرورت کو پوری طرح واضح کرنا۔

اہلِ علم کے درجہ تکمیل کے لیے ان تینوں علموں سے روشناس ہونا ضروری ہے وسعتِ نظر، فکر کی گہرائی، عمل کی پختگی اور تہذیبِ نفس اس کے بغیر نہیں میسر ہو سکتی مغربی تعلیم سے متاثر حضرات کے لیے بھی ایک لمحہ فکریہ پیدا ہو جاتا ہے اس لیے کہ مغرب میں علوم و فنون کی وسیع اشاعت نے بھی انسانی افکار پر غیر معمولی اثر ڈالا ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مرتّب کیا ہوا فلسفہ پڑھیں گے تو انھیں بین طور پر محسوس ہوگا کہ انسانی مشکلات کو جس طرح اس فلسفہ میں حل کیا گیا ہے۔ اس سے مغربی علوم اور فلسفہ جدیدہ اور فنون مختلفہ بالکل خالی ہیں۔ پھر انسانی ذہن اور فکر کو جو بلندی فلسفہ ولی اللہی کے پڑھنے سے نصیب ہو سکتی ہے وہ کسی دوسرے فلسفہ میں بالکل ناپید ہے۔

علمی طور پر بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی تصنیفات میں اس قدر مواد جمع کر دیا ہے کہ صدیوں تک بھی مختلف اکیڈمیاں تحقیق و ریسرچ کرتی رہیں تو بھی اس پر حاوی ہونا آسان کام نہیں۔ الغرض کہ اس میں روحانی ترقی اور اصلاح عالم دونوں کے لیے سامان موجود ہے نظر و فکر کے لیے وجہ شادابی اور علم و عمل کے لیے وسیع میدان۔ دُنیا و آخرت کے سلسلہ کا ارتباط و انضباط۔ الغرض انسانی تکمیل کے لیے بہترین سامان

موجود ہے۔ زندگی کا کونسا گوشہ ہے جس پر اس عظیم المرتبت حکیم کی نگاہ نہیں۔ الغرض معاش و معاد، خلافت و حکومت، اقتصادیات و معاشیات، علم کلام کے دقیق مسائل آیاتِ قرآنی کی مشکلات، فقہاء کے استنباطات و استخراجات کی باریکیاں، منطق و فلسفہ کے ادق مطالب ان تمام اطراف و جوانب پر اس حکیم الامت کی نظر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب اور علوم حکمتِ اسلامیہ اور فلسفہ ربانی کے اخذ کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

ائمہ ولی اللّٰہیین

حضرت شاہ صاحبؒ کی حکمت کو سمجھانے کے لیے سب سے پہلے آپ کے حقیقی فرزندانِ گرامی (جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ امام ہے) نے کوشش کی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور آپ کے پوتے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے بعد سب سے زیادہ جن کی کتب سے اس فلسفہ کو سمجھنے کی استعداد پیدا کی جا سکتی ہے اور ان سے امداد حاصل کی جا سکتی ہے وہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

موجودہ دور میں جس شخصیت نے اس حکمتِ ولی اللّٰہی کی تفہیم و تسہیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور بہت محنت سے اس کی پوری حقیقت کو سمجھ کر اسے عام کیا وہ امام الانقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ ہیں جنھوں نے لکھا ہے کہ ہم نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی خدمت میں اٹھارہ برس رہ کر اسلام کی حکمت عملی اور اسلامی سیاست اور حکمتِ ولی اللّٰہی کو سیکھا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ

اس سلسلہ میں حضرت شاہ رفیع الدینؒ کا مقام بہت بلند ہے۔ خواص کے لیے آپؒ

نے بہت قیمتی علمی ذخیرہ چھوڑا ہے اور بعض فنون مستقل طور پر آپ نے مدون فرمائے ہیں مثلاً فنِ تحصیل، فنِ تطبیق الآراء، اور اسی طرح اسرار المحبۃ کو بطور فن کے غالباً سب سے پہلے آپ نے ہی پیش کیا ہے اور منطق اور امورِ عامہ کے اندر بھی آپ نے بعض مفید تحقیقات کا اضافہ کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے غیر معمولی کام سر انجام دیا ہے بعض کتابیں (مثلاً تکمیل الاذہان) آپ نے ایسی تصنیف فرمائی ہیں کہ بلا ریب تمام علوم میں وہ فائدہ پہنچانے والی ہیں۔ علم الحقائق والمعارف میں بھی ایک کتاب (دمغ الباطل) ایسی مفید کتاب ہے کہ ان علوم میں دسترس رکھنے والے حضرات نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ قال الشیخ المحدث المحسن التیمی فی کتابہ الیانع الجنی "وکتابہ" دمغ الباطل "فی بعض المسائل الغامضۃ من علم الحقائق معروف اثنیٰ علیہ اھلھا"۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ نے خواص کے لیے یہ کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ (دستقریبھم الی فلسفۃ الولی اللّٰھیۃ) لیکن عام اہلِ علم حضرات بھی ان کتابوں سے بہت کچھ اخذ کر سکتے ہیں۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

بہرحال یہ ہمارے اسلاف کرام کے علمی جواہر پارے اور تبرکات گرانمایہ ہیں جن کی اشاعت سے ہم دلی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے صحیح طریقہ پر استفادہ کرنے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین۔

تفسیر آیت النور

دراصل حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تفسیر کی تکمیل و تتمہ ہے یا تسہیل و تشریح۔ اصل میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سطعات (جس میں حضرت

نے عالمِ شہادت اور عالمِ مجرد کے درمیان ربط و ارتباط سمجھایا ہے) میں آیت النور کی
تفسیر اپنی حکمت کی روشنی میں لکھی ہے چونکہ وہ اچھی خاصی غامض ہے تو شاہ رفیع الدینؒ
نے اس آیت کے بارہ میں محدثین، متکلمین، صوفیہ اور حکماء کے طرز سے تفسیر بیان کرنے
کے بعد اپنے والد بزرگوار کے طریقہ کو درج کیا ہے اور تکملہ اور خاتمہ میں ان باریک باتوں
کو حل کیا ہے جو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے
یہ رسالہ بھی حکمت ولی اللہؒ کی تسہیل کے لیے ایک کلید ہے۔ اہلِ علم کو یہ رسائل غور سے
پڑھنے چاہئیں کیونکہ علمی رسوخ، عمیق تحقیق، وسعتِ نظر، دقّتِ فکر، اعتدال و انصاف
اور علوم الاوائل میں مہارت ایسی ہی کتابوں کے حل کرنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ خود
حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی وسعتِ علمی اور دقتِ نظر کا اندازہ بھی ان سے لگایا جا سکتا ہے
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

وذکر الشیخ المحسن التیمیؒ فی ذکرہ "رفیع الدین المحقق المتقن
کان مقدما علی کثیر من اقرانه وکانت له خبرة تامة بغیر
هذه العلوم ایضا من علوم الاوائل وهذا قلما یتفق مثله لاهل العلم۔"

یہ رسالہ ایسا ہے کہ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے اس میں عجیب و غریب تحقیق کی ہے
اہلِ علم جب اسے غور سے پڑھیں گے تو ان کے لیے ازدیادِ بصیرت کا باعث ہوگا۔
چونکہ تفسیر آیت النور دراصل حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کا تتمہ یا تکمیل ہے
اس لیے ہم اس تفسیر کے شروع کرنے سے پہلے ہی آیت النور کا پورا رکوع اور اس کا ترجمہ
فتح الرحمٰن سے درج کرتے ہیں اور اس کے بعد سطعات سے شاہ ولی اللہ کی وہ تفسیر جو
شاہ صاحبؒ نے اس آیت کی تحریر فرمائی ہے نقل کر دی ہے اور پھر تفہیمات الٰہیہ سے
اس آیت کے متعلق ایک تفہیم درج کر دی ہے تاکہ یہ سب ایک متن کی طرح ناظرین
کرام کے سامنے ملحوظ خاطر رہے۔

التقريب

"تفسير آية النّور" رسالة صغيرة الحجم، دقيقة المسلک، جامعة لوجوه تاويلات آيت النّور، وحافلة لتفصيلات المثال، والتشبيهات الالٰهيّة، بعبارة موجزة واختصار تام، والحق ان دأب المصنف فی جميع مصنفاته هو دقة النظر، وتحقيق عميق، وتعبير موجز غاية الايجاز، واسترسال النظر الیٰ مالايتناهی من المعانی والدقائق، واخفاء المقاصد تحت رموز خفيةٍ غامضةٍ قلّما تبلغ انظار عامة اهل العلم اليها۔

والمصنفؒ حقيق بدأبه، وحری بطيرته، وكل يعمل علیٰ شاكلته، لان مطمح نظره هو تكميل اصحاب العلم الراسخين الذين تعلموا العلم بدقةٍ تامة ومحنة شاقة وجهد بليغ، ولانه لم يصنف عامة رسائله وكتبه، لعامة اهل العلم الذين عبروا فی الدرسيات ومروا فيها مر السحاب، ولم يتقنوا العلوم والفنون حق الاتقان، ولم يحفظوا مسائل الفن، ولا لطلاب الدروس الابتدائية لانهم لم ينضج عقولهم، ولم تبلغ فهومهم الیٰ درک الحكمة وفهم الفلسفة الالٰهية، والاسرار الغامضة، والمصنفؒ يجهد جهداً بليغا لتفهيم علوم والدهؒ ويصعد اهل النظر والفكر الیٰ ذروة الكمال، كما هو شان حكماء الربانيين، واصحاب الاتقان، وارباب الرسوخ فی العلم والعمل۔

وضع المصنفؒ اوّلاً فی هذه الرسالة مقدمة ذكر فيها امورا۔

منها ان الباحثين عن المعارف الالٰهيّة، والحقائق الثابتة، من السّلف خمس طوائف المحدّثون[1] والصّوفية[2]، والمتكلّمون[3]، والفلاسفة[4]، ثم لوالدهؒ اصول واصطلاحات، ثم رجح والدهؒ علی الكل بان مسلكه ادق واشمل ولاشک فيه، لانه حكيم الامة المحمّدية (علیٰ صاحبها الصّلٰوة والسّلام) وصاحب آيات بينات، محدّث جليل، وفقيه كامل فی درجة المجتهد المنتسب، وفيلسوف عبقری، له نظرة غائرة فی اسرار الشريعة الغراء، وفهم

دقیق لرموز الدین القویم، عالم باصول ومبانی، وقواعد الاسلام، ورموزه الباطنة الغامضة، فلا شبهة ان مسلکه ادق واشمل، لعمق تفکیره، وشمول مسلکه علی المذاهب النقلیة والعقلیة والکشفیة وله کتب ممتعات ونافعة جدًا فی علوم شتی وفنون مختلفة، خدم الدین طول عمره علّم ودرس القرآن الحکیم، والحدیث النبوی، والفقه علی طریقة الحنفیة والشافعیة، وصنف وفکرؒ، وارتاض ریاضات شاقة للتزکیة الروحانیة، وجالس العلماء والفقهاء والصوفیة، واستفاد منهم علوماجمة ظاهرة وباطنة، وبایع ولبس الخرقة والسلک فی سلاسل الاولیاء الله الکاملین والعارفین الواصلین، الذین جل نظرهم ابتغاء مرضاة الله، واتباع سنة نبیه، وخدمة الدین والانسانیة العامة، وجدد الدین القویم والمسلک السدید، فلاجرم انه مجدد کامل للملة الحقة، ومحقق عظیم، وامام من ائمة الاسلام؛

ومصنفاته فی اصول التفسیر، وشرح الحدیث، ورفع الاختلاف من بین الامة، وتطبیق فی آراء الفرق الاسلامیة، والسیر والتاریخ، وتشریح الخلافة الاسلامیة، والحکومة الربانیة، وفی اصول التصوف، والسلوک وسلاسل الاولیاء والفقهاء، وفی کشف الحقائق الغامضة کلها تشهد لعلو کعبه فی العلوم، وله اجتهادات وافکار عالیة فی السیاسة والعمرانیات، ونظرات ثمینة فی التحقیقات، وبعض کتبه فی غایة الغموض لبعد غوره عن فهم اکثر اهل العلم والتحقیق وهی کما قال ابنه، الکبیر المحدث الجلیل والفقیه البارع العارف الکامل، التام النظر، والمفسر المحقق، مولانا الشاه عبد العزیزؒ وهو اوّل شارح لعلوم والدهؒ وهو الذی سهّل علوم والده فی دروسه، ورسائله، ومسائله، وفتاواه، وفی تفسیره للقرآن، الذی لم یسبق مثاله احد من المفسرین وهو تفسیر بدیع المثال کما قال صاحب الیانع الجنی صنف التفسیر" وسماه فتح العزیز اعوز اهل الحذق فی هذه الصناعة والانصاف مثله فی الکشف من اسرار البدیع ولطائف البلاغة وغیرها، من رموز الدقائق وغامض المعانی، فیالیت اتفق تمامه وقضی له علی وفائه" انها مملوءة صدقا ونورًا۔

وابنہ المحقق المتقن الشیخ المحدّث رفیع الدینؒ ایضاً من شراح علوم والدہ، وکتبہ وہو صوفی حکیم، وعالم عامل محدّث فقیہ متکلّم قوی النظر، حاد البصیرۃ، یاخذ الاصول الدقیقۃ من مظانہا، ویشرحہا شرحاً متیناً بایجازٍ، ویضبط ضبطاً تاماً مطرداً، ویعرف العلوم والفنون لاسیما علوم الاوائل، صاحب عقلٍ سلیم ونقل ضابط وکشف تام، وبصیرۃ عظیمۃ، یظہر علمہ وتدقیقاتہ لمن تتبع کتبہ ورسائلہ، ولمن استفاد من علومہ مع قریحۃ وقادۃ، وطبع سلیم، وفطنۃ وذکاء، وجہد بلیغ، وسلامۃ الروی، او عقل مستفاد، وشعور تام۔

وقال المحقق العلامۃ امام السیاسۃ والانقلاب مولانا عبید اللّٰہ السندھی الدیوبندیؒ ان الائمۃ الثلاثۃ الولی اللّٰہیین الامام عبد العزیز والامام عبد القادر رحمہم اللّٰہ تعالیٰ الفواھیۃ اجتماعیۃ جامعۃ للنقل والعقل والکشف، وتقسموا الامر فیما بینہم، ووسدوا الکل احد ما کان اھلاً لہ، فالامام عبد العزیزؒ کان علیہ المدار والعہدہ فی العلوم النقلیۃ، وکان لہ حذاقۃ تامۃ و خبرۃ عظیمۃ فی تلک العلوم، والامام رفیع الدینؒ کان المدار للعلوم العقلیۃ لحذقہ التام فیہا و مہارتہ البالغۃ۔

والامام عبد القادر (صاحب ترجمۃ القرآن الاولیٰ فی الھندیۃ ولا مثل لہذہ الترجمۃ و ان بلغت اللسان الی غایۃ الارتقاء) کان صاحب کشف صحیح واخبارہ فی ذکر الکشف مشہورۃ ذکرہ اصحاب التواریخ، والوقائع، وقال صاحب الیانع الجنی "کان فاضلاً جلیلاً ذا ورع فی الدین ولہ وجد ای وجد بین المتقین، صادق الفراسۃ، حسن التوسم، وربما الہم بالغیب وحدثنی الثقات ببعض ما اکرمہ اللّٰہ تعالیٰ من ذلک وغیرہ من خرق العوائد"

مسلکہم

مسلک ہذہ الائمۃ الثلاثۃ مع والدہم الشاہ ولی اللّٰہؒ وحفیدہ الشاہ محمد اسمٰعیل الشہیدؒ وعامۃ اتباعہم، انہم سادۃ حنفیون کما قال الشیخ المحدث المحسن التیمیؒ "وذلک انہم

دہلویون سکنی ، وانہم عمریون صلبیۃً ، وانہم صوفیۃ اصحاب الزہد والورع ، وانہم حنفیون علی مذہب النعمان ابی حنیفۃ وصاحبیہ رضی اللہ عنہم ، والشاہ ولی اللہؒ کان حنفیا ، شافعیا تدریسا و تعلیما وتعلما وتلمذا لانہ کما کانؒ استفاد وتلمذ من والدہ ومربیہ الاوّل الشاہ عبد الرحیمؒ الصوفی التقی النقی واحد اعلام الہداۃ وعلماء الراسخین العاملین واحد جامعی الفتاوی العالمکیریۃ (الفتاوی الہندیۃ) وکان سنیا حنفیاً ، . . . .

وبعد الفراغ والتکمیل من والدہ ترقی فی درجات السلوک والتصوف وبایع علی یدہ ولبس الخرقۃ من یدہ الشریفۃ وصار خلیفۃ لہ فی العلم والمشیخۃ وقال رحمہ اللہ فی حقہ "یدہ کیدی" مرارًا وکان وقت الوفاۃ راضیا عنہ غایۃ الرضاء کذلکؒ استفاد وتلمذ واخذ العلم لاسیما علم روایۃ الحدیث من استادہ الشیخ ابی الطاہر الکردی الشافعیؒ وایضا بایع علی یدہ ، ولبس منہ الخرقۃ الجامعۃ لجمیع الطرق التصوف والصوفیۃ ، فمن ہذا الوجہ کانؒ حنفیًا شافعیا (ای تعلما وتدریسا وتلمذا وارشادا وتعلیما)

وکانؒ مع ہذا یجتہد فی کثیر من المسائل ان یجتمع الحنفیۃ والشافعیۃ لیرتفع الاختلاف بین ہذین الفرقتین العظیمتین ، من الامۃ ولکنہ مع ہذا کان حنفیا عملاً واعتقادًا ولایخرج عن تقلید الامام الاعظم ابی حنیفۃ وصاحبیہؒ فی المسائل الاجتہادیۃ فمن نسبہ الی رفع التقلید مطلقاً او الی خلاف تقلید الامام الاعظمؒ فقد ظلم وماعرف مقامہ ولاطریقہ وان کانؒ تفرد فی بعض المسائل ، ونقد وہو داب المحققین کالامام ابن الہمام وغیرہ ، وما تفوہ احد بنقدہ وتفردہ انہ خرج من تقلید الامام الاعظمؒ ۔

ومابہ یمتاز من بین العلماء ہو انہ کان کاملاً من وجہۃ الاجتماعیۃ ، والتکفیر الواسع ، وتجدید الدین القویم ، وتشریح الامور الخلافیۃ ، والخلافۃ الالہیۃ ، والحکومۃ الحقۃ ، وہذا مما لابد منہ فی النشأۃ الحاضرۃ لقیام الحکومۃ الالہیۃ ، ومنہاج الخلافۃ الراشدۃ ، فباب الارتفاقات من حجۃ اللہ البالغۃ ، والمقالۃ الاولی من بدور البازغۃ مشتملان علی ہذہ المباحث الاہمۃ ،

والمضامین العالیۃ، وہی لحل مشکلات الامۃ و دفع الکوارث الہامۃ مفتاح عظیم؛

ومنہا ۲ بیان وجوہ القرأت المختلفۃ فی آیت النور، وتوضیح المثال؛

وبعد المقدمۃ، مقصد مشتمل علی بیان عشرۃ وجوہ لتاویلات آیت النور، وتفسیراتہا، من الطوائف الخمسۃ المذکورات، وفی ذیلہ تکملۃ فیہا بیان مزید الوجوہ من جانب اہل الفنون المختلفۃ وہو استخراج واستنباط من الآیۃ من اہل العلم وفی آخرہا خاتمۃ وہی اہم عندی، لان المصنفؒ اوضح فیہا تشبیہات المثال، وعین اشاراتہا والحق فی آخرہا تفسیر آیات التی بعد آیۃ النور، ولایخلو تفسیر من بیان تاویلات آیۃ النور، ولکن المباحث الدقیقۃ الغامضۃ التی بینہا فی الخاتمۃ، واشار الی بعضہا، لایوجد فی تفسیر آخر، وہذہ المباحث ہی الحکمۃ الولی اللٰہیۃ التی توخ الشاہ رفیع الدینؒ ان یوضحہا۔

اسرتہ

لم یکن فی الہند ولافی القرون الاخیرۃ بیت واسرۃ مثل اسرتہ المبارکۃ، ومثل بیتہ السعید، لہذہ الاسرۃ منن علی اہل الہند والباکستان، خاصۃ وعلی جمیع الامۃ عامۃ، وفضل ہذا البیت ورفعتہ، وعلوہ العلمی والعملی، واجتہادہ لترویج الدین، واشاعۃ القرآن والسنۃ، والقیام بطریقۃ الاسلاف الکرام، والدفاع عن تحریف الغالین، وتاویل المبطلین، وجہدہ العنیف، فی سبیل اللہ، منارۃ لجمیع من یاتون بعدہم :

ے ہم العلماء باللہ الکرام　　مصابیح الانام بکل ارض

ے فانتم ببقاع الارض امطار　　تحیا بکم کل ارض تنزلون بہا

وقال النواب صدیق حسن خانؒ فی کتابہ ابجد العلوم (ص ۹۱۲) فی ذکر الشاہ ولی اللہؒ

"وکان لہ اولاد صالحون، الشیخ عبد العزیزؒ والشیخ رفیع الدینؒ والشیخ عبد القادرؒ و الشیخ عبد الغنیؒ والد الشیخ محمد اسمٰعیل الشہید الدہلویؒ وکلہم کانوا علماء نجباء، حکماء، فقہاء،

كاسلافهم واعمامهم، وكان بيته، في الهند بيت علم الدين، وهم كانوا مشائخ الهند في العلوم النقلية بل والعقلية، اصحاب الاعمال الصالحات، وارباب الفضائل الباقيات، لم يعهد مثل علمهم بالدين علم بيت واحد من بيوت المسلمين، في قطر من اقطار الهند"

اللهم وفقنا لما تحبه وترضاه واحشرنا في زمرة اصفيائك

وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وآله واصحابه واتباعه

اجمعين - آمين -

عبد الحميد السواتي

خادم العلماء والطلباء بمدرسة نصرة العلوم غوجرانواله (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا

خدا نور آسمانها و زمین است ، داستانے نور وے در قلب مسلمانان اینست مانند

مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ

طاقے کہ دراں چراغ است [1] آں چراغ در شیشہ است [2] آں شیشہ گویا ستارہ

دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا

درخشندہ است ، افروختہ میشود از روغن درختے بابرکت کہ عبارت از درخت زیتونے است نہ بسمت

غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ

مشرق رسیدہ و نہ بجانب مغرب رسیدہ ، نزدیک است کہ زیت وے روشنی بدہد اگرچہ نرسیدہ باشدش آتش روشنی

عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

بر روشنی است راہ می نماید خدا بنور خود ہر کرا خواہد ، و بیان می فرماید خدا داستانہا برائے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ

مردمان ، وخدا بہمہ چیز دانا است [3] در خانہا کہ دستورے

اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ

دادہ است خدا کہ بلند کردہ شود آنرا و یاد کردہ شود آنجا نام او ، بپاکی یاد می کنند خدا را آنجا صبح

وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

وشام ۔ مردمانے کہ باز ندارد ایشانرا سوداگری و نہ خرید و فروخت از یاد کردن خدا

---

[1] یعنی فتیلہ روشن است ١٢ فتح الرحمٰن [2] یعنی در قندیل است ١٢ فتح الرحمٰن [3] حاصل ایں مثل تشبیہ نورے است کہ بسبب مواظبت بر طہارت ، و عبادت در دل مسلماناں حاصل میشود ، و بنور چراغ کہ در غایت درخشندگی باشد وجہۃ اشعار بآں مواظبت میفرماید ١٢ فتح الرحمٰن ۔

اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

و برپا داشتن نماز و دادن زکوٰۃ ۔ میترسند ازاں روز کہ مضطرب شوند دراں دلہا

وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ

و دیدہا ، تا جزا دہد ایشاں را خدا بعوض بہترین آنچہ کردند، و زیادہ دہد ایشانرا خدا از

فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

فضل خویش، و خدا روزی می دہد ہر کرا خواہد بغیر شمار یعنی بسیار و آنانکہ کافر شدند

اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ

اعمال ایشاں مانند سرابیست بمیدانہا ہموار می پندارد ش تشنہ آبے ۔ تا وقتیکہ بیاید نزدیک

لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

آں نیابدش چیزے ، و یافت خدا را نزدیک آں، پس تمام رسانید بوے حساب ویرا، و خدا زود

الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

کنندہ حساب است [۱] یا مانند تاریکیہا در دریائے عمیق می پوشد ایں کافر را موجے از بالائے آں موجے

مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ

دیگر از بالائے آں ابر بود ، تاریکیہا ہست بعض آں بالائے بعض دیگر ، چوں بیروں

يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

آرد دست خود نزدیک نیست کہ بیندش، و ہر کہ نداد او را خدا روشنی پس نیست او را ہیچ روشنی [۲]

---

[۱] حاصل ایں مثل آنست کہ اعمال کافر حبط شود، و در آخرت آنرا ہیچ ثواب نباشد۔ ۱۲ فتح الرحمٰن

[۲] حاصل ایں مثل آنست کہ ہر کافر ظلمات بہیمیہ متراکم شدہ است و انوار ملکیہ از وے بکلی معدوم شدہ است ۔ ۱۲ فتح الرحمٰن ۔

"این آیت اگر کج فہمی تامل کنندگاں مانع فہم امر نشود، صریح است در بیان طلسم الٰہی، ہماں ذات مجردہ مقدسہ، نور السمٰوٰت والارض است، لیکن بواسطہ طلسم الٰہی، بہ قرینہ مثل مذکور، چنانکہ نفس ناطقہ ما می بیند بواسطہ قوتے کہ در جلیدیہ و مجمع النور مکنون است، و می شنود بواسطہ قوتے کہ در عصب صماخ مفروش، و بطش می کند بواسطہ قوتے کہ در ید مبثوث است، و راہ می رود بواسطہ قوتے کہ در رجل موضوع است، صفت نور خدائے تعالیٰ در سمٰوات و ارض مانند صفت مشکوٰۃ است الی آخرہٖ، ایں جا تقدیمے و تاخیرے بعمل آمدہ، و آں مقتضائے لغت فصیح عرب است، چنانکہ در تفسیر اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى دانستہ باشی، و سبب تقدیم و تاخیر آن است کہ سوق کلام ایں جا برائے بیان سرایت نور اللہ در سمٰوٰت و ارض، مثل انتشار نور مصباح در مشکوٰۃ، و سائر کلام اتمام مبحث است، حاصل مقصود آنست کہ صفت نور خدائے تعالیٰ مانند صفت مصباح است کہ کائن است در قندیل، و آن قندیل کائن است در مشکوٰۃ، آن مصباح افروختہ می شود از زیت ماخوذ از درخت زیتونیہ کہ شرقیہ و غربیہ نیست، بلکہ در وسط درختاں واقع است و ضوء شمس صبح و شام او را معتدل ساختہ، نزدیک است کہ زیت آں درخت روشن شود، اگرچہ نہ رسیدہ باشد باو آتش، ایں مصباح نورے است بالائے نورے، مراد از مصباح فتیلہ است کہ در قندیل افروختہ می شود بسبب زیت، چنانکہ در فتیلہ آتش قائم است بہ زیت و زیت مطیہ او ست، ہمچناں صورت الٰہیہ قائم بجزوے از عالم کہ در حاق وسط واقع است آں عالم مثال بمنزلہ زیتون معتدلہ است نہ شرقیہ و نہ غربیہ، یعنی نہ مجرد است کہ فیض مبدءِ اول اقبول کند، و نہ از جسمانیات است کہ مطرح فیض مبدءِ آخر باشد، بلکہ وسط است بین ہذا و ذٰلک، و آں جزو مناسبتے تمام دارد بمجرد محض، و بسبب آں مناسبت مطیہ او شدہ و مرآۃ او گشتہ، در اجزاء شخص اکبر ہیچ جزء قابلیت مرآۃ شدن نداشت الا ہمیں جزء، پس گویا مجرد محض

است ونور صرف، چوں تجلّی الہی بروے مستولی شد، نور علی نور گشت، آں فتیلہ روشن در زجاجہ است بغایت درخشاں ہمچناں آں تجلی الہی در حظیرۃ القدس است، ہمہ برنگ تجلی برآمدہ من وجہ دون وجہ، گویا عین او شدہ، وآں زجاجہ در مشکوٰۃ است، یعنی طاقے کہ موضع نہادن قندیل است، اضوار منتشرہ در قندیل تمام طاق را درگرفتہ، وبہ ہمہ نواحی آں رسیدہ، وہمہ را بنور خود منور گردانیدہ، ہمچناں از حظیرہ القدس اشعہ رواں شد، بجانب جمیع عالم کون بواسطہ ملائکہ ملاء اعلیٰ وملاء سافل، وہمہ را مدبر ساختہ، در زیر قہرمان خود آوردہ، وظلمت ہمہ را زدودہ، وبخیر حقیقی متشبہ گردانیدہ، بایں سبب شخص اکبر را مشابہت بخیر محض تمام گشت "

(سطعات)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اگر غور و فکر کرنے والوں کی کج فہمی مانع نہ ہو تو یہ آیت طلسمِ الٰہی کے بیان میں بالکل واضح اور صریح ہے وہی ذات جو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک و صاف ہے آسمانوں اور زمین کا نور ہے لیکن طلسمِ الٰہی کے واسطے سے۔ جس طرح ہمارا نفسِ ناطقہ (خود انسان) دیکھتا ہے مگر اس قوت کی وساطت سے جو اس کی آنکھوں میں ہے جب کہ روشنی کا خزانہ چھپا ہُوا ہے، وہ سُنتا ہے مگر اس قوت کی وجہ سے جو کان کے سوراخ میں پھیلے ہوئے پٹھے میں ہے اور کسی چیز کو پکڑتا ہے مگر اس قوت کی بنا پر جو اس کے ہاتھ میں بکھری ہُوئی ہے اور راہ چلتا ہے لیکن اس قوت کی بدولت جو پاؤں میں رکھّی ہُوئی ہے۔

زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے نور کی کیفیت صفت ایسی ہے جیسے چراغ کے طاق... الخ۔ اس جگہ تقدیم و تاخیر عمل میں لائی گئی ہے اور یہ خالص عربی زبان کا مقتضا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں آپ جان چکے ہیں۔ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰىهُمَا الۡاُخۡرٰی اور تقدیم و تاخیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر کلام کا مقصد آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے نور کی سرایت بیان کرنا ہے جیسے طاق میں رکھے ہوئے چراغ کی روشنی وہاں پہ پھیلی ہوتی ہے اور باقی کلام تو محض اس بحث کی تکمیل ہے۔ اصل مقصود اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نور کی صفت ایسے ہے جیسے ایک چراغ جو ایک قندیل میں رکھا گیا ہو اور وہ قندیل ایک طاق میں ہو۔ اس چراغ کو تیل سے جلایا گیا ہو (اس میں تیل ڈال کر جلایا جائے اور روشن کیا جائے) وہ تیل زیتون کے درخت سے حاصل کیا گیا ہو جو نہ بالکل مشرقی جانب کا ہو اور نہ ہی بالکل مغربی جانب کا بلکہ درختوں کے درمیان

میں ہو۔ صبح و شام دونوں وقت کے سورج کی روشنی نے اس کو معتدل بنا رکھا ہو قریب ہے کہ اس درخت کا تیل خود بخود جلنے لگے (روشنی دینے لگے) اگرچہ اُسے آگ نہ دکھائی گئی ہو۔ یہ چراغ نورٌ علیٰ نورٌ (روشنی بالائے روشنی) ہے۔ چراغ سے مراد وہ فتیلہ (بتّی) جسے چراغ وغیرہ میں تیل کے ذریعہ جلایا جاتا ہے جیسے اس بتّی میں تیل کے ذریعہ آگ قائم ہے اور یہ روغن / تیل اس کی سواری ہے اسی طرح صُورتِ الٰہیہ جہان کی ایک جز کے ساتھ قائم ہے جو اس کے عین وسط درمیان میں واقع ہے وہ عالمِ مثال (حظیرۃ القدس) بمنزلہ زیتون کے معتدل درخت کے ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی یعنی وہ نہ تو مجرّد ہے جو مبدا کا فیض (اثر) براہ راست اور بالذّات قبول کرے اور نہ جسمانیات کے قبیل سے ہے کہ مبدا کے فیض کی سب سے آخر میں گرنے کی جگہ ہو بلکہ ان دونوں حالتوں کے درمیان ہے اور وہ جز مجرّد محض کے ساتھ بھی مناسبتِ تام رکھتی ہے اور اسی مناسبت کی بنا پر وہ اسکی سواری اور اس کا آئینہ ہو چکی ہے شخصِ اکبر کے اجزا میں سے اس جز کے سوا کوئی جز آئینہ بننے کی صلاحیّت نہیں رکھتی۔ پس اس لحاظ سے گویا یہ جز، مجرّد محض اور نور خالص ہے جب اللہ تعالیٰ کی تجلّی اس پر غالب ہُوئی تو یہ نورٌ علیٰ نور ہو گئی۔ وہ بتّی ایک انتہائی صاف و شفاف چمکدار شیشہ میں ہے جیسے تجلّی الٰہی حظیرۃ القدس میں ہے۔ سب تجلّی کی شکل میں کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوا ہے۔ گویا اس کا عین ہو چکی ہے اور وہ شیشہ ایک مشکوٰۃ میں ہے یعنی اس طاق جو کہ چراغ رکھنے کی جگہ ہے چراغ کی پھیلی ہوئی روشنی کی کرنوں نے اس پورے طاق کو لپیٹ میں لے لیا ہے اور سب اطراف سے وہاں تک پہنچی ہُوئی ہیں اور سب کو اپنی روشنی سے منوّر کر دیا ہے اسی طرح حظیرۃ القدس سے شعاعیں عالمِ کون کی تمام اطراف کی جانب ملأ اعلیٰ اور ملأ سافل فرشتوں کی وساطت سے جاری ہوئیں اور سب اطراف کو منظم کر کے اپنے زیر تسلّط لے آئیں۔ سب کی تاریکی کو ختم کر کے خیرِ حقیقی کے ساتھ متشابہ کر دیا۔ اس طرح شخصِ اکبر کو خیرِ محض کے ساتھ مشابہت تام ہو گئی۔ (سطعات)

"اقول ہو اللہ الذی تجلیٰ بتجلیات شتی، فکان منہا الخلق، والتصویر، والہدایۃ، وکل تربیۃ تربیۃ، وتدبیر تدبیر فی السمٰوٰت والارض، وہی الانوار والتجلیات کلہا عین لذاتہ باعتبار، وغیرہا باعتبار، فصح ان یقال ہو نور السمٰوٰت والارض، وصح ایضا ان یقال ہٰؤلاء انوارہ، ثم النور المحمدی الذی بہ انتظم شرعہ وہدایتہ، وکمالاتہ علیہ افضل الصّلوات، واٰمین التحیات، مثلہ کمثل مصباح فی زجاجۃ ہی فی مشکوٰۃ۔

اَمّا المصباح بازاء الاسم المتجلی بوزان العین، لانہ فی غایۃ الاشراق مستور علیہ اَلْبِسۃَ المزاج، وکل شیٔ فلہ مادۃ یاتیہ المدد من قبلہ، کالاغذیۃ المتولدۃ من العناصر للبدن، ومادۃ ہذا التجلی فیض من الاسم المرید لیس فی زمان ولامکان، والشجرۃ التی لیست شرقیۃ ولاغربیۃ، و سبوغ ہذا التجلی انما یکون بکمالات العود، ولو لم یکن کمالات العود، یکاد ان یضیٔ ایضاً لما بہ من الصفاء وعلو الفطرۃ، ولکنہ اقترن بہا فکان اتم واضوأ ما یکون۔

واَمّا الزجاجۃ فہی التجلی الذی حصل بسرایۃ ہذا الاسم فی النفس الناطقۃ، لان النفس و ان کانت شیئاً من اشیاء ہذا العالم لکنہا صافیۃ الہیئۃ، لطیفۃ المنظر، فلاجرم انہا کالزجاجۃ، والنور الحال فی النفس بشبہ النور الحال فی الزجاجۃ، فان التجلی بشبہ العرض الحال فی الجسم، ولہذا یکون بوزان ما ہو علیہ ولہٗ۔

فان قلت لِمَ قال الرب تبارک وتعالیٰ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ ولم یقل کمشکوٰۃ فیہا زجاجۃ فیہا مصباح۔ قلت ایذاناً بان الزجاجۃ کما قبلت الضوء من المصباح اولاً لا بالتبعیۃ، فکذالک المشکوٰۃ قبلت الضوء منہ اولاً لا بتبعیۃ الزجاجۃ، فان سرایۃ الاسم الالٰہی فی کل دورۃ علی السواء۔

واَمّا المشکوٰۃ فعبارۃ عن النسمۃ التارکۃ ظلمات الطبعیۃ لانعکاس انوار الاسماء فیہا"

(تفہیمات)

"مَیں کہتا ہوں وہ اللہ ایسی ذات ہے جو مختلف تجلّیات کے ساتھ اپنا اظہار فرماتی ہے ان میں سے خلق، تصویر، ہدایت اور آسمانوں اور زمین میں رونما ہونے والی ہر تدبیر اور ہر تربیت۔ یہی تمام انوار و تجلّیات ایک اعتبار سے اسکی ذات کا عین ہیں اور دوسرے اعتبار سے اس کا غیر۔ پس یوں کہنا صحیح ہے کہ وہ (اللہ) آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ زمین و آسمان اس کے انوار و تجلّیات ہیں ___

اب نور محمدی آپ۔ پر بہترین درود اور متبرک ترین تحفے نازل ہوں وہ ہے جسکے ذریعے اس کی شریعت، ہدایت اور کمالات منظّم اور مرتّب ہُوئے۔ آپ کی مثال اس چراغ جیسی ہے جو شیشے میں ہو اور وہ شیشہ طاق میں رکھا ہو۔ بہر حال مصباح اسم متجلّی کے مقابلے میں عین کے درجے میں ہے۔ کیونکہ وہ انتہائی روشن ہے، اس پر مزاج کے لباسوں کا پردہ پڑا ہے اور ہر چیز جس کے لیے مادہ ہے تو اُسے اسکی جانب سے مدد حاصل ہوتی ہے جیسے بدن کے لیے عناصر سے پیدا ہونے والی غذائیں اور اس تجلّی کا مادہ اس ارادہ کرنے والی ذات کے نام کا فیض ہے جو نہ کسی زمانے میں ہے اور نہ کسی مکان میں اور وہ درخت جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس تجلّی کا کمال بلا شبہ عوُد کے کمالات سے ہے اور اگر عوُد کے کمالات نہ ہوں تو پھر بھی قریب ہے کہ وہ روشن ہو جائے کیونکہ وہ انتہائی صاف شفاف اور بلند فطرۃ ہے لیکن وہ عوُد کے ساتھ مل چکی ہے اس لیے وہ انتہائی کامل اور روشن ترین ہو گئی ہے اور رہا زجاجہ (شیشہ) تو یہ وہ تجلّی ہے جو نفسِ ناطقہ میں اس نام کی سرایت سے حاصل ہوئی ہے کیونکہ نفسِ ناطقہ اس دُنیا کی اشیاء میں سے ایک چیز ہے تاہم اسکی ہیئت صاف اور اس کا منظر لطیف اور عمدہ ہے۔ پس لامحالہ وہ شیشہ کی مانند ہے اور نفسِ ناطقہ میں حلول کرنے والا نور ایسے ہی ہے جیسے شیشے میں اُترنے والا نور کیونکہ تجلّی اس عرض یعنی صفت کے مشابہ ہے جو جسم

کے اندر حلول کرتی ہے چنانچہ وہ بمنزلہ ماھو علیہ ولہ ہو جاتی ہے۔ اگر اے
مخاطب! تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں کہا کہ وہ طاق کی مانند ہے جس میں چراغ
ہو اور چراغ شیشے میں ہو اور یوں نہیں کہا جیسے طاق جس میں شیشہ ہو اور اس شیشے
میں چراغ ہو۔

تو میرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کرنے کے لیے ایسا کہا ہے کہ
شیشہ جیسے روشنی چراغ سے لیتا ہے۔ اوّلاً اور بالذّات نہ بالتّبع۔ اسی طرح
طاق ہے۔ جو اس سے روشنی لیتا ہے۔ اوّلاً اور براہِ راست نہ کہ شیشے کی
وساطت سے کیونکہ اسمِ الٰہی کا ساری (سرایت کرنے والا) ہونا ہر مرحلے (درجے)
میں برابر ہے۔

اور رہا مشکوٰۃ کا لفظ تو یہ اس نسمہ سے عبارت ہے جس نے طبیعت کے
اندھیرے اور تاریکیاں چھوڑ دیں کیونکہ اس میں اسماءِ الٰہیہ کے انوار منعکس ہو چکے ہیں۔

(تفہیمات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اضاء الخلق بنورہ، وجمّل العالم بظهورہ، انزل کتابا یسفر عن شموس تمحق الظلمات عن الضمائر ویکشف عن نجوم لا یحصیها بیان ولا یصفها لسان، وان سعٰی[1] جهدہ کل بلیغ ماہر۔ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ونبیہ وخلیلہ وصفیہ محمدن الفرد العلام، والفضل[2] العام، والبدر التمام مجلی الظلام عن صدور الانام، المولیٰ علی کافۃ الفئام، باسبغ الانعام، وعلی اٰلہ المنتجبین المنتجبین الطیبین الطاهرین هداۃ السالکین ومدرج السائرین الی درجات الیقین فی الظلمات[3]

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے نور سے تمام مخلوق کو روشن کیا اور اپنے ظہور کے ساتھ سارے جہاں کو جمال وخوب صورتی بخشی ایسی کتاب نازل فرمائی جو ایسے سورج روشن کرتی ہے جو دلوں سے اندھیروں کو مٹا دیتے ہیں اور ایسے ستارے ظاہر کرتی ہے جن کو نہ بیان کے احاطہ میں لایا جا سکتا ہے اور نہ زبان ان کی وصف بیان کر سکتی ہے۔ اگرچہ ہر فصیح وبلیغ ماہر بیان اپنی پوری کوشش سے کام لے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو اسکے حبیب، اسکے نبی، اسکے دوست اور اسکے چُنے ہُوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم پر جو یگانے ہیں، سب سے زیادہ علم والے، عام فضل والے اور چودھویں کے مکمل چاند ہیں مخلوق کے سینوں سے تاریکیوں کو دُور کرنے والے ہیں اور تمام جماعتوں کے والی ہیں کامل ترین انعام کے ساتھ، اور اُن کی آل پر، جو شرافت والے چُنے ہُوئے پاک وصاف ہیں، سالکوں اور اللہ کی راہ چلنے والوں

---

[1] فی ا، ط "غایتہ جهدہ"

[2] ن "والفضل العام"

[3] ن "المتراکمۃ" وفی ا، ط "ظلمات تراکمت"

تراکمت من قبل الہوی والشیاطین وعلی اصحابہ الکرام ذوی الفضل والعلماء[۴] الصاعدین الی ذروۃ الارتقاء فی مسالک الاھتداء المبشرین بالرضوان والاصطفاء ۔

وبعد[۵] فیقول العبد المسکین محمد رفیع الدین بن الشیخ الاجل العارف باللہ ولی اللہ بن الشیخ الکریم العظیم عبدالرحیم کان اللہ لنا فی الآخرۃ والدنیا والدین[۶] مِنَ انفس ماینافس فیہ اصحاب التفکر والشعور وابہیٰ مایتباہی بہ ارباب التبحر والعبور، تاویل آیۃ النور، ہی من بدیع الاسرار[۷] الربانیۃ، وغوامض الرموز القرآنیۃ، وقد ذکر فیہا وجوہ کثیرۃ جداً تکاد تخرج

کے راہنما ہیں، اور ایسے اندھیروں میں جو خواہشات اور شیاطین کی جانب سے تہ بہ تہ جمع ہو چکے ہیں۔ یقین کے درجات کی طرف چلنے والوں کے لیے روشنی کے چراغ ہیں اور آپؐ کے صحابہؓ پر جو کرامت و بزرگی والے صاحبِ فضیلت ہیں اور ایسے علماء ہیں جو ہدایت کے راستوں میں بلندی کی انتہا تک پہنچنے والے ہیں جنھیں اللہ کا پسندیدہ ہونے اور اس کی رضاء کی بشارت دی گئی ہے۔

اس حمد و صلوٰۃ کے بعد بندۂ مسکین محمد رفیع الدین بن شیخ اجل عارف باللہ ولی اللہ بن شیخ الکریم عظیم عبدالرحیم، اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آخرت، دُنیا اور دین میں مددگار ہو کہتا ہے نفیس ترین چیز جس میں اربابِ فکر و شعور رغبت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ قیمتی بات جس پر اربابِ علم و تجربہ فخر کرتے ہیں آیت النّور کی تفسیر ہے جو ربّانی رازوں میں سے ایک

---

۴ ن "والعلاء"

۵ ن "امابعد"

۶ فی ا، ط "ان من"

۷ فی ا، ط "الاسرار"

عن الحصر عدًا ولکن ما رأیت[۵] منہا لایخلو من قصور او اقتصار کما لایخفی علی من تصفحہا من اہل النظر والاعتبار وذلک لان طائفۃ منہا غیر تام لاتفید الا لبعض اجزاء المثال فتعلق النفس لما بقی فی زاویۃ الاہمال، والطائفۃ الاخری وان استوعبت الارکان فقد وقع فیہا ما لا یلائمہ، سوق الایۃ عند الامعان، فاستوفقت اللہ سبحانہ، لان اتکلم فیہا بالاختصار والاجمال، علی طریقۃ[۶] اکثر الباحثین عن الحقائق، واشیر فی مطاوی الکلام الی رموز من الدقائق اذ کان من شیمتی ودأبی اجالۃ النظر فی المسالک وعدم الاکتفاء علی مذہب واحد فی مثل ذلک؛

مشکل ترین مقام ہے اس کے بارے میں اتنی زیادہ توجیہات ذکر کی گئی ہیں کہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔ لیکن میں نے ان توجیہات میں سے کسی کو کمی یا کوتاہی سے خالی نہیں دیکھا۔ جیسا کہ کسی بھی اہلِ نظر و فکر پر مخفی نہیں جس نے ان میں غور و خوض کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان توجیہات کا ایک گروپ نامکمل ہے اور صرف مثال کے بعض اجزاء میں مفید ہے جس کی وجہ سے ذہن باقی اجزاء کی تشریح میں پریشان ہوتا ہے جن کو ترک کر کے ایک کونہ میں چھوڑ دیا گیا، اور دوسرا گروپ اگرچہ مثال کے تمام ارکان کی تشریح پر مشتمل ہے مگر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ایسی باتیں بھی ہیں جو آیتِ کریمہ کے مقصد سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اس لیے میں نے اللہ سبحانہ، وتعالیٰ سے اس بات کی توفیق چاہی کہ میں اس آیت کی تفسیر اجمال واختصار سے بیان کروں جو حقائق سے بحث کرنے والے لوگوں میں سے اکثریت کے طریقہ پر ہو اور اس تفسیر کے ضمن میں بعض دقیق باتوں کی طرف اشارہ کرتا جاؤں گا کیونکہ یہ میری عادت اور روش ہے کہ ایسے مواقع میں کسی ایک رائے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ مختلف مسالک میں نظر دوڑاتا

---

۵ فی ا، ط "جل ما رایت"

۶ فی ا، ط "طریق"

ووضعت الكلام على مقدمة ومقصد وتكملة وخاتمة فهي لما زوّرته، في نفسي حافلة وناظمة،
ومن الله سبحانه الهداية والعون، والكفاية والصون۔

مُقدّمة:۔

وقدمت في المقدمة امورا۔

اوّلها الخائضون في المعارف الالٰهية السلف[1] من المحدثين ثم المتكلمون[2] والفلاسفة[3] والصّوفية[4] ثم الوالد[5] رضي الله عنه اصول واصطلاحات منفرزة[6] على مسلك ادق واشمل، و الكلام ههنا على الطرق الخمسة۔

وثانيها في الآية قراءتان احدٰهما المشهورة وظاهرها ان التمثيل لنور الله تعالى

ہوں میں نے اپنے کلام کی ترتیب یوں رکھی ہے: مقدمہ، مقصد، تکملہ اور خاتمہ پس یہ ترتیب میرے خیال کے مطابق منظم اور جامع ہے۔ اللہ سبحانہ، سے ہی ہدایت ونصرت اور کفایت وحفاظت کا طلب گار ہوں۔

مقدّمہ

اور میں نے مقدّمہ میں چند باتیں پیش کی ہیں

پہلی بات

معارفِ الٰہیہ میں غور وخوض کرنے والے سلف محدثین[1]، متکلمین[2]، فلاسفہ[3]، صوفیاء[4] اور ان کے بعد میرے والد گرامی[5] کے کچھ اصول اور اصطلاحات ہیں جو دقیق اور جامع مسلک پر مشتمل ہیں اور یہاں کلام ان ہی پانچ طریقوں پر ہوگا۔

دوسری بات

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور قراءۃ ہے اور اس کا ظاہری مفہوم آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالےٰ

---

۱۰ ن "متقررہ"

۱۱ فی ا، ط "المنبث"

فی السموٰت والارض[۱۲]، والثانیۃ[۱۳] ما روی عن ابن عباس رض وابی بن کعب رض مثل نورہ فی قلب المؤمن اعنی العالم الصغیر، وانا اسالک المسالک الخمسۃ فی کلتا القراءتین ۔

وثالثھا یجب تحریر المثال اولاً، اذ ربما یقع لبعض[۱۴] الاذہان اشکال فی تجریدہا لاجل التقدیم والتاخیر، فتلخیصہ ان نور اللہ سبحانہ کمصباح موضوع فی زجاجۃ مشرقۃ کانہا کوکب درّیّ وضعت تلک الزجاجۃ ای القندیل فی مشکوٰۃ ای کوّۃ ذلک المصباح یوقد من زیت نقیّ لصفائہ وبراقتہ[۱۵] یکاد یضیئ ولو لم تمسہ نار ولکن انما یشتعل بمسیس النار

کے نور کی تمثیل کا بیان ہے اور دوسری قرارت وہ ہے جو حضرات ابنِ عباس رض اور اُبیّ بن کعب رض سے مروی ہے کہ اللہ کے نور کی مثال مؤمن کے دل میں یعنی عالمِ صغیر (چھوٹے جہان) میں (اس کا بیان ہے) اور میں دونوں قراتوں میں پانچوں مسلک بیان کروں گا ۔

تیسری بات پہلے مثال کو تحریر کرنا ضروری ہے کیونکہ لبسا اوقات بعض ذہنوں میں اس مثال کی تجرید میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے اشکال واقع ہو جاتا ہے پس اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا نور ایسے ہے جیسے چراغ جو ایک روشن اور چمکدار شیشے میں رکھا ہوا ہو گویا وہ شیشہ ایک ایسا ستارہ ہے جو چمکتا ہُوا موتی ہے ۔ یہ شیشہ یعنی قندیل ایک مشکوٰۃ یعنی طاق میں رکھی ہو اور یہ چراغ ایسے صاف اور خالص تیل سے جلایا گیا ہو جو اپنی صفائی اور چمک کی وجہ سے خود بخود روشن ہونے والا ہے اگرچہ اسے آگ نہ پہنچے ۔ لیکن اسے آگ پہنچانے

---

۱۲ فی ا، ط " اعنی العالم الکبیر "

۱۳ فی ا، ط " وثانیہما قراءۃ ابی ابن کعب رض وعبد اللہ بن عباس رض وہی ناصۃ علی ان التمثیل لنور اللہ تعالیٰ فی قلب المؤمن اعنی العالم الصغیر "

۱۴ ن " فی بعض "

۱۵ فی ا، ط " براقیتہ "

فاشتد ضوءہ لاجتماع نور النار، ونور الزیت ونور الزجاجۃ، فصار نور علی نور، وہذا الزیت ماخوذ من شجرۃ الزیتون المبارکۃ المعتدلۃ فی الفجاجۃ والاحراق لاہی شرقیۃ ولا غربیۃ ای لاتنبت فی ارض المشرق ولا فی ارض المغرب اولم تنبت فی شرقی البستان ولا غربیۃ فکانت تامۃ النضج قلیلۃ الدخان، فقد ذکر صورۃ خاصۃ ہی المصباح وصورۃ مطلقۃ ہی النار وفیہما معنی الفاعلیۃ ومادۃ قریبۃ ہی الزیت وبعیدۃ ہی الزیتونۃ الموصوفۃ بارتفاع وصفین متقابلین عنہما وظرفا اوّلیا ہی الزجاجۃ وثانویا ہی المشکوٰۃ وقدم المشکوٰۃ علی الزجاجۃ والزیتونۃ علی الزیت لئلا تقع الغفلۃ عنہما لبعدہما، ولما کان النظر الی نور اللّٰہ

سے وہ شعلہ زن (بھڑک اٹھتا) ہوتا ہے اور اس کی روشنی بہت تیز ہو جاتی ہے کیونکہ تین نور اکٹھے ہو جاتے ہیں آگ کا نور، تیل کا نور اور شیشے کا نور، پس وہ نُور علی نُور (انتہائی روشن) ہو جاتا ہے اور یہ تیل زیتون کے مبارک درخت سے حاصل کیا گیا جو کھلے میدان اور جلانے میں معتدل ہے نہ وہ شرقی ہے اور نہ غربی یعنی وہ مشرقی زمین میں پیدا ہوتا ہے اور نہ مغربی زمین میں۔ یا نہ وہ باغ کے مشرقی حصّے میں پیدا ہُوا اور نہ بالکل مغربی حصّے میں۔ چنانچہ وہ مکمل پکّا ہوا ہے اور کم دُھواں دینے والا ہے۔ بے شک ایک خاص صُورت ذکر کی گئی ہے وہ چراغ ہے اور ایک مطلق (عام) صورت جو آگ ہے اور اس میں فاعلیت کا معنی ہے۔ ایک مادہ قریب ہے جو تیل ہے اور ایک مادہ بعید جو زیتون کا درخت ہے جس کی صفت یہ ہے کہ اس میں دونوں متقابل صفات (شرق وغرب) کا ارتفاع ہے، ایک ظرف اوّلی ہے جو شیشہ ہے اور ایک ثانوی جو طاق ہے۔ طاق کو شیشے سے مقدم ذکر کیا اور اسی طرح زیتون کے درخت کو روغن (تیل) سے پہلے لایا گیا تاکہ ان کی دُوری کی وجہ

لله فی ا، ط "الاحتراق"

سبحانہ، من حیث انہ فی العالم الصغیر او الکبیر، لا الی نور الذات بما ہی تلک ای النور
المقول علی الذات بہو ہو، قدم المشکوٰۃ علی المصباح اہتماماً بہ، وتتمیماً للتصویر، ثم الظاہر من
المصباح لکونہ شبیہا للنور الشعلۃ وان کان قد یستعمل علی الفتیلۃ والسکرجۃ، واللہ تعالیٰ اعلم واحکم
(مقصد) ویشتمل المقصد علی وجوہ عشرۃ حسب ما اشرت الیہ۔
الاول علی سنۃ السلف المحدثین، النور اللہ سبحانہ فی قلب العبد المؤمن المصباح نور الایمان
والزجاجۃ قلب المؤمن التقی النقی، والمشکوٰۃ صدر المنشرح للاسلام، بل سائر جسدہ القائم

سے ان سے لاپرواہی نہ واقع ہو جائے۔ چونکہ اصل مقصد اللہ سبحانہ، کے نور پر
غور و فکر ہے اس حیثیت سے کہ وہ عالمِ صغیر یا عالمِ کبیر میں ہے نہ کہ نور ذات
اس حیثیت سے کہ وُہ نورِ ذات ہے یعنی وہ نور جو ذات پر ھُوَ ھُوَ کی
حیثیت میں بولا جاتا ہے۔ طاق کو چراغ پر مقدم کیا گیا اس کے مہتم بالشّان ہونے
کی وجہ سے اور تصویر کو مکمل کرنے کی خاطر اور مصباح سے ظاہری مراد شعلہ ہے
کیونکہ وہ نور کے مشابہ ہے اگرچہ یہ لفظ اس بتّی اور کٹھالی پر بھی استعمال ہوتا ہے
جسے چراغ وغیرہ میں ڈال کر جلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر اور محکم و مضبوط
علم والے ہیں۔

مقصد

اور مقصد دس وجوہ پر مشتمل ہے جیسا کہ میں نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

توجیہِ اوّل سلف محدّثین کے طریقہ پر، یہ مثال ہے بندۂ مومن کے دل
میں اللہ سبحانہ، کے نور کی۔ مصباح (چراغ) ایمان کا نور ہے۔
اور زجاجہ (شیشہ) مؤمن متقی و پرہیز گار، پاکیزہ اخلاق والے کا دل ہے۔ مشکوٰۃ (طاق)
سے مراد مؤمن کا سینہ ہے جو اسلام کے لیے کھول دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا تمام
جسم ہے جو اعمالِ صالحہ کے ساتھ قائم ہے اور زیت (تیل) سے مُراد نبی کریم

بالاعمال الصالحۃ والزیت بیان النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، والزیتونۃ المبارکۃ شخصہ صلی اللہ علیہ وسلم، لم یکن فی شرق الارض ولا مغربھا، ولیس فی دینہ صلی اللہ علیہ وسلم مشاق الیھودیۃ، ولا توسع المجوسیۃ، والنصرانیۃ، ولا رکاکۃ سفھۃ اہل النحل ولا اغلاق الصابئۃ، والفلاسفۃ اتی بالحنیفیۃ السمحۃ البیضاء، مع کمال الضبط للعبادات والمعاملات یظن السامع لواضح بیانہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یرتاب فیہ احد، ثم انہ لا یؤمن بہ من ہدی اللہ تعالیٰ، والنار ہدایتہ تعالیٰ، والسکینۃ التی انزلھا فی قلوب المومنین والروح الذی ایدہم بہ۔

الوجہ الثانی علی منہاجھم ایضاً لنورہ سبحانہ، فی السموٰت والارض، امتہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے اور زیتونہ مبارکہ (زیتون کا مبارک درخت) سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے جو نہ زمین کے بالکل مشرق میں تھی اور نہ بالکل مغرب میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور آپ کی شریعت میں نہ تو یہودیت والی سختیاں ہیں اور نہ مجوسیت اور عیسائیت والی وسیع رعایتیں، نہ تو اہلِ نحل (مختلف مذہبی فرقوں) والی بیوقوفی اور گھٹیا باتیں، اور نہ ہی صابئہ اور فلاسفہ والی مشکل باتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح، سعید، وسیع اور یکسوئی عطا کرنے والی شریعت لائے ہے جس میں عبادات اور کمالات کو مکمل طور پر ضبط کیا گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح بیان کی وجہ سے سننے والا یقین کرتا ہے کہ اس میں کوئی بھی شک نہیں کرے گا لیکن اس پر وہی ایمان لاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے۔ النّار (آگ) سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت اور وہ سکینت و اطمینان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں پر نازل فرمایا ہے اور وہ روح ہے جسکے ساتھ انکی تائید کی گئی ہے۔

دوسری توجیہ

اللہ سبحانہ، کے نور کی جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یہ بھی محدثین کرامؒ کے طریقہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کلہ فی ا، ط "ولا اغلال"

خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ مشکوٰۃ، واہل الفضل والتعلیم منہم من الصحابۃ المرضیین واتباعہم المحسنین و العلماء الراسخین والاولیاء الصالحین زجاجۃ، وہو صلی اللہ علیہ وسلم مصباح وسراج منیر، و القرآن بعلومہ وبرکاتہ زیت، واللوح المحفوظ زیتونۃ مبارکۃ، لیس فی مشرق ولا فی مغرب بل عند اللہ فی خزائنہ، فوق المشارق والمغارب جمیعًا، والنار روح القدس علیہ السلام، مسّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالوحی والنبوۃ، فاشتعل بہ روحہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ الفتیلۃ، واضاء الخلق بالہدیٰ والرشد، واستنارت السمٰوٰت باعمالہم الصاعدۃ الیہ سبحانہ، واذکارہم المرفوعۃ لدیہ۔

الوجہ الثالث علی قاعدۃ المتکلمین لنورہ تعالیٰ فی باطن الانسان الاعتقادات الحقۃ

کی اُمّت بہترین اُمّت ہے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ یہ اُمّت مشکوٰۃ (طاق) ہے اس اُمّت کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، انکے تابعین عظام، علماء راسخین اور اولیاء صالحین میں سے اہلِ علم و فضل زجاجۃ (شیشہ) ہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصباح اور سراجِ منیر (روشن چراغ) ہیں۔ قرآن اپنے علوم و برکات کے ساتھ زیت (تیل) ہے اور لوحِ محفوظ زیتونہ مبارکہ (زیتون کا مبارک درخت) ہے جو نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکے خزانوں میں ہے اور تمام مشرقوں اور مغربوں سے اُوپر اور بلند ہے النّار (آگ) سے مراد روح القدس (حضرت جبریل علیہ السّلام) جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی اور نبوّت کے ساتھ چھُوا اور اس چھُونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بمنزلہ فتیلہ (بتّی) کے ہوگئی۔ مخلوق رشد و ہدایت کے ساتھ روشن ہوگئی اور اہلِ ایمان کے اعمالِ صالحہ جو اللہ سبحانہٗ کی طرف بلند ہو کر پہنچنے والے ہیں اور اُنکے اذکار جو اللہ سبحانہٗ کی بارگاہِ اقدس میں اٹھا کر لیجائے جاتے ہیں ان کی وجہ سے آسمان منور ہو گئے۔

تیسری توجیہ اللہ تعالیٰ کے نور کی متکلّمین کے قاعدہ اور قانون پر۔

مصباح والتقریرات الرشیقۃ الواضحۃ زجاجۃ، والصحف الالٰہیۃ والکتب الدینیۃ المشتملۃ علیہا مشکوٰۃ والادلۃ العقلیۃ والنقلیۃ من المعجزات الباہرۃ والنصوص المحکمۃ والاقیسۃ القاطعۃ زیت، وماخذہا زیتونۃ مبارکۃ مثمرۃ للسعادۃ العظمی الابدیۃ اما العقلیۃ فماخذہا الآیات المنصوبۃ فی الانفس والآفاق، ماہی فی المشرق فقط ولا فی المغرب فقط بل فی کل جوہر و جسم، معانٍ تدل بحدوثہا علی وجود محدثٍ قادرٍ مختار، وباتقانہا علی علمہ وحکمتہ، وبوجودہا من غیر تمانع علیٰ وحدتہ الیٰ غیر ذٰلک، واما النقلیۃ فماخذہا الانبیاء المعصومون المبعوثون بالبینات، والصفۃ الکلامیۃ الالٰہیۃ نار، کانت الادلۃ ہادیۃ، فلما تعلق بہا خطاب

انسان کے باطن میں اللہ تعالیٰ کے نور کے بارے میں جو سچے عقیدے ہیں وہ مصباح ہیں، عمدہ اور واضح تقریریں زجاجہ ہیں اللہ تعالے کے نازل کیے ہوئے صحیفے اور وہ دینی کتب جو ان پر مشتمل ہیں وہ مشکوٰۃ ہیں۔ واضح، بارونق معجزات، محکم نصوص اور قطعی قیاسات سے حاصل ہونیوالے دلائلِ عقلیہ ونقلیہ زیت ہیں اور ان کے ماخذ زیتونہ مبارکہ ہیں جس کا پھل عظیم اور ابدی سعادت ہے۔ رہے دلائلِ عقلیہ تو ان کا ماخذ وہ نشانیاں ہیں جو انسانی نفوس اور ان سے باہر آفاق میں رکھی ہوئی ہیں نہ وہ صرف مشرق میں ہیں اور نہ صرف مغرب میں۔ بلکہ ہر جوہر اور جسم میں ایسی صفات ہیں جن کا ظہور ایک با اختیار قدرت رکھنے والے خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے ان صفات کا یقین اس ذات کے علم اور اس کی حکمت پر دلالت کرتا ہے اور بغیر رکاوٹ ان صفات کا موجود ہوجانا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے۔ وغیر ذٰلک اور دلائلِ نقلیہ کا ماخذ انبیاء علیہم السلام ہیں جو معصوم ہیں اور واضح نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام نار ہے۔ یہ تمام عقلی اور نقلی دلیلیں رہنما تو تھیں جب ان کے ساتھ قرآن کے نزول کی صورت میں اللہ تعالےٰ کا

اللہ تعالیٰ بانزال القرآن المجید تضاعف الھدیٰ وصار نور علی نور۔

الوجہ الرابع علی وضعہم ایضاً لنورہ الذی بہ وجد العالم صفۃ العلم من حیث تعلقہا بالمفہومات باسرہا مشکوٰۃ، وصفۃ القدرۃ المتعلقۃ بالممکنات فقط، وہی من جملۃ ما تعلق بہ العلم زجاجۃ وصفۃ التکوین مصباح، ووجود العالم نورہ وصفۃ الارادۃ زیت، انما یتحقق التکوین علی حسب ما خصصہ الارادۃ، وہی لتخصیصہا الشئ بالزمان والمکان والاعراض یجعل کانہ موجود متشخص، والحیوٰۃ اُمّ الصّفات التی منہا ینشعب الصّفات، زیتونۃ مبارکۃ لاہی متعلقۃ بالعالم کغیرہا من الصّفات، ولاہی مستغنیۃ عن الغیر مطلقاً کاستغناء الذات، والیضاً ہی وسائر الصفات لا عین الذات ولا غیرہا، ولاہی واجبۃ موجودۃ علی الاستقلال،

خطاب بھی شامل ہو گیا تو ہدایت دوگنا ہو گئی اور نُور علی نُور (روشنی پر روشنی) ہو گئی۔

چوتھی توجیہ یہ بھی انکے طریقے پر، اسکے نور کے لیے جس کے ساتھ یہ جہاں موجود ہوا صفت علم۔ تمام مفہومات کے ساتھ تعلق کی بنا پر مشکوٰۃ کی مانند ہے اور قدرت کی صفت جو صرف ممکنات سے تعلق رکھتی ہے اور یہ من جملہ ان صفات کے ہے جن سے صفتِ علم تعلق رکھتی ہے زجاجہ ہے، صفت تکوین مصباح ہے اور وجودِ عالم اس کا نُور ہے اور صفت ارادہ زیت ہے۔ تکوین اسی قدر متحقق اور ثابت ہوتی ہے جتنی ارادہ اکی تخصیص کرتا ہے اور اس صفت کے کسی چیز کو زمان، مکان اور دیگر اوصاف واعراض کے ساتھ خاص کر دینے کی بنا پر ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ چیز موجود اور متشخّص ہو۔ حیوٰۃ (زندگی) جو تمام صفات کا اصل اور منبع ہے اور اسی سے تمام صفات پھُوٹتی اور نکلتی ہیں یہ زیتونہ مبارکہ ہے یہ نہ تو عالم کے ساتھ باقی صفات کی طرح متعلق ہے اور نہ ہی ذات کی طرح غیر سے بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے نیز یہ صفت اور دیگر صفات نہ عینِ ذاتِ باری ہیں اور نہ غیر، نہ ہی یہ واجب اور مستقل وجود رکھنے والی اور نہ ایسی حادث کہ اپنے وجود میں کسی صانع (کاریگر) کی محتاج

ولا حادثة مفتقرة الى الصانع، والذات الالٰهية الموجبة لصفة التكوين وغيرها نار۔
الوجه الخامس على قانون الفلاسفة باعتبار حال النفس الناطقة المصباح بمعنى الفتيلة القوة العقلية النظرية، وبمعنى الشعلة العقل المستفاد، والعقل بالفعل بمعنى اليقين الصراح التام على وجه المشاهدة وملكتها، والزجاجة القوة الذاكرة المدركة للمعانی والصور بعد غيبتها عن الحس، والمشكوٰة القوة الحساسة، والزيت البرهان الصحيح، والحد التام بحسب الحقيقة، والزيتونة سلسلة[۱۸] المعقولات فی الاذہان المبادی العالية المسماة بنفس الامر، لاہی موجودة فی الخارج فی مشرق الوجود، لامعدومة فی الواقع فی مغرب العدم والنار مبدأ الفياض للصور الذہنية والعينية، يكاد البرہان يفيد العلم بلزومہ توليدا

ہوں اور نار سے مُراد ذاتِ الٰہی ہے جو صفت تکوین اور دیگر صفات کا موجب ہے۔

پانچویں توجیہ نفس ناطقہ کے حال کے اعتبار سے فلاسفہ کے قانون پر مصباح جب فتیلہ کے معنی میں ہو تو اس سے مُراد قوتِ عقلیہ نظریہ ہے اور اگر بمعنی شعلہ ہو تو اس سے مرادِ عقل مستفاد ہے اور عقل بالفعل بمعنی یقین صریح اور تام مشاہدہ کے طریقہ پر اور اس پر قدرت کے طریقہ پر، زجاجہ سے مراد وہ قوۃ ہے جو حواس سے غائب ہو جانے کے بعد معانی اور صورتوں کا ادراک کرتی ہے اور ان کو یاد رکھتی ہے مشکوٰۃ سے مراد احساس کرنے والی قوۃ ہے اور زیت بُرہان صحیح اور حدِّ تام باعتبار حقیقت ہے، زیتونہ سے مراد مبادی عالیہ کے اذہان میں جن کو نفس الامر کہا جاتا ہے معقولات کا سلسلہ ہے نہ وہ وجود کے روشن ہونے کی جگہ میں خارج میں موجود ہیں اور نہ عدم کی جائے غروب میں فی الواقع معدوم ہیں اور نار سے مُراد صُور ذہنیہ اور عینیہ کے فیضان کا مبداء ہے قریب ہے کہ بُرہان (دلیل) علم کا فائدہ دے کیونکہ اس سے علم کا پیدا ہونا لازمی ہے

---

[۱۸] فی ا، ط "صور المعقولات"

كما زعمت المعتزلة۔

الوجه السادس على مذهبهم ايضا لنور الله الذي به اضاء العالم الجسماني المصباح، صورة الشمس، والزجاجة هيولاها، والمشكوٰة فلكها الخارج المركز، يوقد من فيض نفسها، وهي زيت المستفاد من زيتونة العقل السادس، لاهو اوّل العقول، ولا آخرها، ذ ايضاً لاهو وسائر العقول غني مطلقا حتى عن الماهية ولا واقع في ظلمة الهيولى، والنار العلّة الاولى، كانت النفس يقتضي بماهيتها الاشراق فلما اتصل لها (بها عندي ۱۲) فيض العلّة الاولى وكانت الهيولى تستعد لضوء[۱۹] قوي حصل النور التام الشديد بالفعل، اما استنارة اكثر العناصر وبعض الفلكيات كالقمر بها فظاهر، فكذا استمداد بقية السيارات

جیساکہ معتزلہ کا زعم و گمان ہے۔

چھٹی توجیہ یہ بھی فلاسفہ کے مذہب پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور کے لیے جس سے عالم اجسام روشن ہوا مصباح سورج کی صورت ہے اور زجاجہ اس کا ہیولیٰ ہے مشکوٰۃ اس کا آسمان جو خارج اور مرکز ہے اپنی ذات کے فیض سے روشن ہوتا ہے اور یہی زیت ہے جو عقلِ سادس (چھٹے عقل) سے حاصل ہوتا ہے نہ سب سے پہلا عقل ہے اور نہ سب سے آخری۔ نیز نہ وہ اور نہ دیگر عقول مطلقاً غنی (غیر محتاج) ہیں حتیٰ کہ ماہیۃ سے بھی اور نہ ہی ہیولیٰ کی تاریکی میں واقع ہے۔ نار سے مراد علّۃ اولیٰ ہے جس کی ماہیت کی وجہ سے نفس اشراق کا مقتضی ہوتا ہے پس جب اس کے ساتھ علّۃ اولیٰ کا فیض متصل ہوتا ہے اور ہیولیٰ قوی اور مضبوط روشنی کی استعداد رکھتا ہے تو بالفعل مکمل اور شدید نور حاصل ہوتا ہے اکثر عناصر اور بعض فلکیات جیسے چاند وغیرہ کا سورج سے روشنی حاصل کرنا تو ظاہر ہے اور اسی طرح بعض سیّاروں کا اپنے قویٰ میں اس سے مدد حاصل کرنا مسلّم ہے

---

[۱۹] ن "لضوء"

بہا فی قواہا مسلم، وعلی مذہب الاشراقیۃ استنارۃ جمیع الکواکب منہا، ولا یلزم علیہم اختلاف
تشکلاتہا کالقمر لشفافیتہا، بحیث ینفذ النور فیہا دونہ، ولا انخسافہا لان السفلیین لا
یبعدان عنہا الی حد التسدیس فضلا عن المقابلۃ وما عداہما تنقطع[20] ظل الارض والقمر دونہ،
وہذا الوجہ داخل[21] فی الحکمۃ، لا یناسب المقام المسوق فیہ الکلام المجید۔

الوجہ السابع علی مشرب الصوفیۃ، لنورہ سبحانہ، فی حضرۃ التنزل الخامس الجامع، التجلیات
الفائضۃ علی قلوب العارفین، مصباح، والقلب المقر[22] بالحقیقۃ الانسانیۃ الکلیۃ الجامعۃ
للمراتب الحقیقیۃ[23] والخلقیۃ والازلیۃ والابدیۃ والتجرد والانس القابلۃ لانوار الاسماء الالہیۃ

اور اشراقیہ کے مذہب میں تو سبھی کواکب اسی سے نورانیت (روشنی) حاصل کرتے
ہیں لیکن ان پر یہ لازم نہیں آتا کہ تمام کواکب مختلف شکلیں اختیار کریں جیسے چاند
میں ہوتا ہے اس لیے کہ یہ شفاف ہیں (جبکہ چاند اتنا شفاف نہیں) کیونکہ ان میں سے
روشنی گزر جاتی ہے اور چاند میں سے نہیں گزر سکتی۔ اور نہ ہی ان کو گرہن لگتا ہے کیونکہ
نچلے سیارے حدِّ تسدیس (چھٹے درجے) تک اس سے دُور نہیں چہ جائیکہ وہ اس
کے بالمقابل ہوں اور نچلے سیاروں کے علاوہ باقی سیارے زمین اور چاند کے سائے
کی وجہ سے اس سے ورے کٹ جاتے ہیں۔ یہ توجیہ علم حکمت و فلسفہ میں داخل ہے
لیکن اس مقام کے مناسب نہیں جس کے لیے کلام مجید لائی گئی ہے۔

ساتویں توجیہ صوفیائے کرام کے مسلک پر ــــ اللہ سبحانہٗ کے نور کے
لیے تنزّلِ خامس میں جو ان تجلّیات کو جامع ہے جو عارفین کے دلوں
پر فیض کی صورت میں اُترتی ہیں ایک مصباح ہے اور وہ دل جو حقیقتِ انسانیہ کلّیہ کا

---

۲۰ فی ا، ط "ینقطع"
۲۱ ن "داخل"
۲۲ فی ا، ط "المفسّر"
۲۳ فی ا، ط "الحقیقیۃ"

زجاجۃ، والبدن من حیث مظہریتہ للانفعالات الغیبیۃ[24] والصفات التشبیہیۃ الالٰہیۃ، والموذجات المراتب الکونیۃ العلویۃ والسفلیۃ مشکوٰۃ، والفیض الحادث الذی بسلطانہ د اعدادہ تعینت الحقیقۃ القلبیۃ متصرفۃ فیہ وبالیتہ[25] تستعد بکسب المقامات الاقربیۃ[26] والاحوال القدسیۃ والتجلیات الرّبانیۃ المسمّٰی بالنّفس الناطقۃ والرّوح الالٰہی زیت، والروح الاعظم منبع الارواح الجزئیۃ البشریۃ والفلکیۃ زیتونۃ مبارکۃ، لاہو فی مشرق شہادۃ الاجسام ولا فی مغرب غیب الاعیان الثابتۃ، والذات الالٰہیۃ نار، وہو اصل التجلیات وقیومہا، بہ استضاء الظاہر والباطن۔

ٹھکانا ہے اور مراتب حقیقت، خلقیت، ازلیت، ابدیت، تجرّد اور انسیت کو جو اسماء الٰہیہ کے انوار کو قبول کرنے والی صفات ہیں کو جامع ہے وہ زجاجہ ہیں اور بدن انفعالات غیبیہ وصفاتِ الٰہیہ جو تشبیہ کے قبیل سے ہیں، اور کون کے مراتب کے نمونجات چاہے مراتب علویہ ہوں یا سلفیہ، ان سب کا مظہر ہونے کی حیثیت سے مشکوٰۃ ہے۔ وجود میں آنے والا فیضان جس کے غلبے اور تیار کرنے کی وجہ سے حقیقتِ قلبی متعین ہوتی ہے جو اس میں تصرّف کرتی ہے اور جس کے آلہ ہونے کی وجہ سے یہ قربِ الٰہی کے زیادہ قریبی مقامات حاصل کرنے کی استعداد پاتا ہے اور احوالِ قدسیہ اور تجلّیاتِ ربانیہ جنھیں نفس ناطق اور روحِ الٰہی کہا جاتا ہے یہ زیت ہیں اور روحِ اعظم جو تمام انسانی اور فلکی جزئیات کے ارواح کا منبع ہے۔ زیتونہ مبارکہ ہے جو نہ تو اجسام کی موجودگی کے مشرق میں ہے اور نہ اعیانِ ثابتہ کے غیب ہونے کے مغرب میں ہے۔ ذاتِ الٰہی نار ہے جو تمام تجلّیات کا اصل ہے اور انھیں قائم رکھنے والی ہے اسی سے ظاہر و باطن نے روشنی حاصل کی ہے۔

---

[24] فی ا، ط "العینیۃ"

[25] ن "بالہیۃ"

[26] فی ا، ط "الاقرابیۃ"

الوجه الثامن علی مذاقهم ایضاً لنوره سبحانه فی حضرة، والسّوی، الصورة الوجودیة المنبسطة علی هیاکل الموجودات، مصباح، به استضاءت الماهیات بالظهور علی انفسها و امثالها، وهی المسماة بالاسم الرحمٰن، والفیض المقدس، وعالم الارواح الموسوم بعالم الامر والملکوت، زجاجة، وعالم الاشباح المعروف بعالم الخلق والملک مشکوٰة، والتنزل العلمی التفصیلی باصوله وفروعه المسمّیٰ بالوحدانیة[۲۲] التی منها یتشعب شعبة الاسماء الالٰهیة وشعبة الاعیان الثابتة زیتونة، مبارکة لا هو فی مشرق الوجود الخارجی ولا فی مغرب العدم الصرف، بل موجود علمی و معدوم عینی، وتوجه الحضرة الجامعة للاسماء الالٰهیة المسماة الالوهیة زیت، والوجود الصرف

آٹھویں توجیہ

انھی صُوفیائے کرام کے ذوق کے مطابق:
اللہ سبحانہٗ کے نور کے لیے حضور اور سُوی (جہاں سب چیزیں روشن ہوتی ہیں) میں ایک صورت وجودیہ ہے جو تمام موجودات کے اجسام میں پھیلی ہوئی ہے یہ مصباح ہے اسی سے ماہیات اور حقائق نے اپنی ذاتوں پر یا ان کی امثال پر ظہور کے ساتھ روشنی حاصل کی ہے اور اسی کو رحمٰن کے نام سے پکارا جاتا ہے اور پاکیزہ فیض اور عالمِ ارواح جس کو عالمِ امر اور عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے وہ زجاجہ ہے اور عالمِ اشباح (صورتیں) جو عالمِ خلق و ملک کے نام سے معروف ہے وہ مشکوٰۃ ہے اور تنزل علمی تفصیلی اپنے تمام اصول اور فروع کے ساتھ جسے وحدانیت کہا جاتا ہے جس سے اسماء الٰہیہ کا شعبہ اور اعیان ثابتہ کا شعبہ نکلتے ہیں زیتونہ مبارکہ ہے جو نہ تو وجود خارجی کے مشرق میں ہے اور نہ عدمِ محض کے مغرب میں۔ بلکہ علمی طور پر موجود اور شخصی و عینی طور پر معدوم ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توجّہ جو اسماء الٰہیہ کی جامع ہے اور جسے الوہیت کہا جاتا ہے یہ زیت ہے اور وجودِ محض جسے احدیت مجرّدہ کہا جاتا ہے نار ہے اور وجود منبسط جو اس کا تنزل ہے اور عموم وانبساط کی قید کے

---

۲۲ فی ا، ط "بالواحدیة"

المسمّٰی بالاحدیۃ المجردۃ نار، والوجود المنبسط تنزل لہ[28] مقید بقید العموم، والانبساط۔
الوجہ التاسع علی اصل سیدی الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنورہ تعالیٰ فی موطن الشخص
الاصغر والانانیۃ الصغریٰ، الحجر البحت[29] اعنی ودیعۃ الذات العلیۃ فی النفس الجزئیۃ عند
تنزل النفس الکلیۃ بہا باقیۃ علی صرافتہا واعتلائہا مصباح، ولطیفتہا[30] الروح والسر
زجاجۃ، ولطیفتہا[31] القلب والعقل مشکوۃ، وحظیرۃ القدس اعنی مجمع ہمم الملاء الاعلیٰ ومدارک
النفوس العلیٰ المسمّٰی بعرش الرحمٰن ومستوی الدیّان، دیوان کمال التدبیر، وبرزخ الجمع بین
احکام الامکان والوجوب زیتونۃ، مبارکۃ لاشرقیۃ فی صقع الاطلاق والتجرد المحض، ولاغربیۃ

ساتھ مُقیّد ہے۔

نویں توجیہ میرے والد محترم ومکرم کے اصول پر۔
اللہ تعالیٰ کے نور کے لیے شخص اصغر اور انانیت صغریٰ کے وطن میں
حجر بحت اس سے میری مُراد نفس جزئی میں ذاتِ عالی کا ودیعت ہونا جب نفس کلی
کا اس میں تنزل ہوتا ہے اپنی صرافت اور اعتلاءً (خالص اور بلند ہونا) یہ مصباح ہے
اور روح اور سِر کا لطیفہ زجاجہ ہے، قلب وعقل کا لطیفہ مشکوٰۃ ہے، حظیرۃ القدس
یعنی ملاءِ اعلیٰ کے ہموم اور نفوس عالیہ کے مدارک جن کو عرش رحمان، مستوی دیّان،
کمال تدبیر کا دیوان اور برزخ جو امکان ووجوب کے احکام کی جامع ہے کے ناموں
سے پکارا جاتا ہے۔ یہ زیتونہ مبارکہ ہے جو نہ شرقی ہے اطلاق کی جانب اور تجرد محض میں
اور نہ غربی ہے۔ ہیولیٰ کے گڑھے میں (لپٹ مکان میں) احیاز اور روح علوی جس

۲۸؎ ن "تتنزل لہ"

۲۹؎ "فی الاصل البحت والصواب البہت راجع البدور البازغۃ والتفہیمات وشرح الاعتصام وغیر ذلک وہو بکذا" فی ا، ط۔

۳۰؎ فی ا، ط "لطیفتنا"

۳۱؎ فی ا، ط "لطیفتنا"

فی وہدیۃ الہیولی، والاحیاز والروح العلوی المتنفس[۳۲] بہ امام الانسان فی تلک الحظیرۃ عند انفساخ سر التقدیر زیت، والتجلی الاعظم نار، والنفس فتیلۃ۔

الوجہ العاشر علی طورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایضاً لنورہ سبحانہ فی قلب الشخص الاکبر والانانیۃ الکبری التدلی الکل والطلسم الالٰہی الموسوم باسم الرب عقدۃ الربط بین القدم والحدث ومرکز الجمع بین التکوین والتشریع قبلۃ الحوائج والدعاء مصدر التدبیر، والقضا مصباح، واحدۃ الجمع بین وہم الشخص الاکبر وخیالہ، فتیلۃ، حظیرۃ القدس سکرجۃ، وعالم المثال والنفوس العلویۃ زجاجۃ، وعالم الاجسام من السمٰوٰت والارض مشکوٰۃ، والنفس الکلیۃ ای الوجود المنبسط زیتونۃ مبارکۃ، لاہی اول الاوائل فی مشرق الوجود ولاہی فی معرض التغیر والزوال فی مغرب الوجود، والعنایۃ الازلیۃ الحافظۃ لکمال التدبیر الناشیۃ من النفس الکلیۃ اعنی الطبیعۃ

کی تفسیر امام الانسان کی جاتی ہے اس حظیرہ میں جب تقدیر کا راز پھیلتا ہے یہ زیت ہے۔ تجلی اعظم نار ہے اور نفس فتیلہ ہے۔

دسویں توجیہ یہ بھی میرے والد گرامی کے طریق پر ہے۔ اللہ سبحانہ کے نور کے لیے شخص اکبر اور انانیتِ کبریٰ میں، تدلی کل اور طلسمِ الٰہی جو رب کے نام سے موسوم ہے قدم اور حدوث کے درمیان رابطہ کی ایک گرہ، تکوین و تشریع کے درمیان مرکز جامع، ضروریات و دعا کا قبلہ اور تدبیر و قضاء کے صادر ہونے کی جگہ ہے یہ مصباح ہے۔ شخصِ اکبر کے وہم اور اس کے خیال کے درمیان جمع کا ایک ہونا فتیلہ ہے۔ حظیرۃ القدس کٹھالی ہے۔ عالمِ مثال اور نفوس علویہ زجاجہ ہے آسمانوں اور زمین کا عالمِ اجسام مشکوٰۃ ہے نفس کلیہ یعنی وجود منبسط زیتونہ مبارکہ ہے نہ یہ وجود کے اشراق کی جگہ میں اوّل الاوائل ہے اور نہ ہی وجود کے غروب ہونے کی جگہ میں تغیر و زوال کے معرض ہے، عنایت ازلی جو کمالِ تدبیر کی محافظ اور نفس سے پیدا

---

[۳۲] فی ا، ط "المنفسر"

الكلية والمصلحة الكلية زيت، والنظام الافضل والتشبيه[۳۳] بالجزء المطلق بحسب مساعدة الاسباب والقوى المحتومة[۳۴] شعاع المصباح، والتجلی الاعظم اوالذات العلیۃ نار، فتلک عشرۃ کاملۃ اوردتہا تبصرۃ وتنبیہا للمھرۃ المستبصرین۔

تکملہ! ویلحقہا التکملۃ۔

وہی من المقصد کذنب الطاروس، اذکر فیہا ان تاویل الآیۃ لایختص بالمسالک المذکورۃ، بل لایکاد مسلک لایاتی علیہ تطبیقہا، لمن اتقن تحریر المثال علی الوجہ الذی ذکرت ورزق فہما من عند اللہ سبحانہ۔

ہونے والی ہے یعنی طبیعۃ کلی اور مصلحتِ کلی زیت ہے نظامِ افضل اور جزءِ مطلق کے ساتھ مشابہت کا اعتبار اسباب اور قویٰ ناگزیر (جن پر مشتمل ہے) کی موافقت سے مصباح کی شعاع ہے۔ تجلّی اعظم یا ذاتِ عالی نار ہے۔

چنانچہ یہ دس کامل توجیہات ہیں جو میں نے غور سے دیکھنے کی طلب رکھنے والے ماہرین کی آگاہی اور تبصرہ کے لیے یہاں بیان کردی ہیں۔

تکملہ) اوران سے ملحق تکملہ ہے

اور اس کی حیثیت مقصد کے ساتھ ایسے ہے جیسے مور کے لیے دُم۔ میں اس تکملہ میں یہ بیان کروں گا کہ اس آیت کی تفسیر ان ہی دس مذکورہ مسالک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جس طریقے پر میں نے مثال ذکر کی ہے۔ ہر مسلک پر اس کی تطبیق ممکن ہے اس شخص کے لیے جس نے مثال کی تحریر کو اچھی طرح یاد کیا ہو، اور اُسے اللہ سبحانہٗ کی طرف سے فہم عطا ہو۔

---

۳۳ فی ا، ط "والتشبیہ بالخیر"

۳۴ فی ا، ط "المحتویۃ"

والتمہید

جملۃ ان العلوم الدائرۃ والفنون السائرۃ کلھا من عمیم فیض الحق وکمال کرمہ، وبسط لطفہ، واسباغ نعمہ، وموضوعات الصناعات جمیعھا من انوار حکمتہ، واثار قدرتہ، فھی باسرھا علی حسب مراتبھا لدیہ محتویۃ وعنایۃ[۳۵] اللہ تعالیٰ مبذولۃ، ولاصحاب کل فن فی کلام جل شانہ، خوض، ولہ قید ما اصاب الحق منہ، نصیب شقیقۃ او روض وظن من یزعمھا شبھۃ[۳۶] فی حضرۃ الربوبیۃ اوخارجۃ عن حیطۃ الالوھیۃ باطل وعن حیلۃ[۳۷] الصدق عاطل فما لارتیاب فیہ

تمہید

حاصل کلام یہ ہے تمام علوم وفنون جو جاری وساری ہیں وہ سب کے سب حق سبحانہٗ کے فیضِ عام، اس کے کرم کے کمال، اس کی مہربانی کی توسیع واشاعت اور اس کی نعمتوں کی تکمیل کا نتیجہ ہیں اور صنعتوں کی تمام مصنوعات اسکی دانائی کے انوار اور اس کی قدرت کے نشانات ہیں اور یہ تمام اشیاء اپنے مراتب کی ترتیب کے ساتھ اس کے ہاں جمع ہیں اور اس کی عنایت ومہربانی ان کی طرف مبذول ہے اور ہر صاحبِ فن کے لیے اللہ سبحانہٗ کے کلام میں مقامِ غور وفکر ہے اور اس کے لیے پابندی ہے اس چیز کی جو اس نے حق سے پائی، ایک پھول پایا یا ایک باغیچہ جس نے اس کی ربوبیت کے حاضر ہونے میں کسی شبہ کا گمان کیا یا کسی چیز کے اُس کی خدائی کے احاطے سے باہر ہونے کا خیال کیا تو اس کا یہ گمان باطل ہے اور سچی تدبیر سے بے کار کرنے والا ہے۔ پس

---

۳۵ فی ا، ط "وعنایتہ تعالیٰ الیھا مبذولۃ"

۳۶ فی ا، ط "شیۃ"

۳۷ ن "حلیۃ"

الا القصور باع وقصر ذراع ولا التنفر عنہ الا من سوء واعٍ او طَفِّ صاعٍ فلا ینکر ہا علی الاطلاق الا رجل خلی البال نسی قول قائلہم ۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

او غفل عما نطق بہ افصح الالسن ان للقرآن ظہرا وبطنا الی سبعۃ ، ویحکی الی سبعین البطن ، نعم تحریف المعانی الشرعیۃ المقصودۃ ورفض محکمات النصوص المعہودۃ من ضلالٍ وغیٍّ ولکن عسیٰ ان یکون جحد ما عداہا بالکلیۃ من عیلۃٍ وعیٍّ فللّٰہ درّ من انصف فاخذ ما صفا و میز بین الحق والباطل فتقبل ودعا ۔ ثم اقول ۔

(ل) تاویلہا من قبل اہل التفسیر معانی القرآن المحکمۃ المرشدۃ مصباح، ونظمہ،

اس میں شک کے لیے گنجائش نہیں مگر جس میں طاقت کی کمی ہے اور بازو کی کوتاہی اور اس سے وہی تنفر (بھاگتا) کرتا ہے جس میں کوئی بُرا سبب ہو یا پیمانے کی کمی ہو۔ پس اس کا مطلقاً انکار نہیں کرسکتا مگر وہی شخص جو دل سے خالی ہو اور بزرگوں کے اس فرمان کو بھول چکا ہو۔

تمام علوم قرآن میں ہیں لیکن اس سے عام لوگوں کے فہم (عقل) قاصر ہیں۔

یا وہ شخص جو کائنات کی فصیح ترین ہستی (حضور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) کے اس کلام سے غافل ہو کر بلاشبہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور سات تک بطن اور یہ بھی منقول ہے کہ ستّر باطن ہیں البتہ وہ معانی جو شریعت میں مقصود ہیں ان کو بدلنا اور محکم نصوص جو معروف ہیں ان کو ترک کرنا گمراہی اور سرکشی ہے لیکن ان کے ماسوا کا کُلّی طور پر انکار کرنا تنگی وعسرت اور سوال وفقر ہے پس اللہ کے لیے خیرِ کثیر ہے اس شخص کی جس نے انصاف کیا اور صاف ستھری بات لے لی حق وباطل کے درمیان تمیز کی اور حق کو قبول کرلیا اور باطل کو چھوڑ دیا۔ اب میں کہتا ہوں:

ل۔ اسکی تفسیر مفسرین کی رائے پر۔ یوں ہے:

قرآن کے معانی جو محکم ہیں اور واضح ہدایت کا ذریعہ ہیں وہ مصباح ہیں او۔ اس کی

المعجز المتلالی زجاجة والسنة الحادثة له المبینة ایاه کما قال سبحانہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ثم سائر التفسیرات مشکوٰۃ، والقواعد الادبیة والاصولیة التی منها تستنبط المعانی اللغویة والشرعیة زیت، واللغة الفصیحة العربیة، والاخبار الصحیحة المرویة من السابقین والمبادی العقلیة المقتضیة[۳۸] من البراہین زیتونة مبارکة، والعنایة الالٰهیة المشار الیها فی قوله سبحانہ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ وقوله إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ نار، واللغة الفصیحة خالیة عن الرکاکة والاغلاق۔

(ب) وتاویلها من قبل اهل التذکیر ملوک الجنة، کالمصباح، وغرفها وقصورها کالزجاجة المشرقة وهی کالمشکوٰۃ، ونعیمها من الرزق والشراب کالزیت، وشجرة طوبیٰ بل

عبارت (الفاظ) جو مخالفین کو عاجز کرنے والے اور روشن ہیں وہ زجاجہ ہیں اور وہ سنت جو اس کو ظاہر کرنے والی اور اس کو بیان کرنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو ان کیلیے نازل کیا گیا"۔ نیز باقی تفسیریں یہ سب مشکوٰۃ ہیں وہ ادبی اور اصولی قاعدے اور ضابطے جن کی مدد سے لغوی اور شرعی معانی معلوم ہوتے ہیں وہ زیت ہیں اور لغت عربی جو فصیح ہے اور صحیح احادیث جو پہلے بزرگوں کی روایت کی ہوئی ہیں نیز وہ عقلی مبادیات جو براہین و دلائل سے حاصل ہوتی ہیں وہ زیتونہ مبارکہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور توجہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس کلام میں اشارہ کیا گیا ہے: "پھر ہمارے ذمہ اس کی وضاحت ہے"۔ اور یہ فرمانِ الٰہی "بے شک ہمارے ذمہ اس کی حفاظت ہے"۔ یہ نار ہے اور فصیح و بلیغ زبان ہر قسم کی کمزوری اور اشکال سے پاک ہے۔ (یہ نور علیٰ نور ہے)

ب۔ تاویل۔ اہلِ ذکر و فکر کی جانب سے:

جنت کے بادشاہ (مکین) مصباح کی مانند ہیں ان کے محلّات اور بالاخانے جو چمکتے ہوئے زجاجہ کی طرح ہیں وہ مشکوٰۃ ہیں اور جنت کی نعمتیں جو کھانے اور پینے کے

---

۳۸ فی ا، ط "المقتصة"

سائر اشجارها وبساتینها کالزیتونۃ المبارکۃ، لیس ھناک مشرق ولا مغرب لایرون فیھا شمساً وّلا زمھریرًا، ومشاھدۃ جمال اللہ الانور، ورضوان اللہ الاکبر کالنّار۔

(ج) وتاویلھا من قبل اہل الفقہ الکعبۃ مصباح، والمسجد الحرام زجاجۃ، وارض الحرم مشکوٰۃ، وتوجہ المصلّین والطائفین الیھا والعبادات المتعلقۃ بھا زیت، والملّۃ القائمۃ بھا زیتونۃ مبارکۃ، فی کل ناحیۃ من المشرق والمغرب، لایختص بواحد منھا، والشریعۃ الآمرۃ بتنظیمھا نار، او سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام زیتونۃ مبارکۃ، ودعاءہ لھا زیت۔

(د) وتاویلھا من قبل اہل التاریخ، النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مصباح، وبنو ہاشم او قریش زجاجۃ، لھم الشرف والخلافۃ بہٖ صلّی اللہ علیہ وسلّم والعرب مشکوٰۃ، والنّور المتوارث فی جباہ

لیے مہیا ہوں گی وہ زیت ہیں اور طوبیٰ کا درخت بلکہ جنت کے تمام درخت اور باغات زیتونہ مبارکہ کی طرح ہیں جو نہ وہاں مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں نہ جنتی لوگ وہاں دھوپ دیکھیں گے اور نہ انتہائی ٹھنڈک محسوس کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے جمالِ انور اور اس کی رضوانِ اکبر کا مشاہدہ نار کی مانند ہے۔

ج۔ اور اسکی تفسیر اہلِ فقہ کی رُو سے:

کعبہ مصباح ہے، مسجدِ حرام زجاجہ ہے سرزمینِ حرم مشکوٰۃ ہے نمازیوں اور طواف کرنے والوں کی کعبہ کی طرف توجہ اور اس سے متعلقہ عبادات زیت ہیں اور اس کو قائم رکھنے والی ملّت زیتونہ مبارکہ ہے جو مشرق و مغرب کے ہر کونے میں ہے اور کسی ایک جہت سے خاص نہیں۔ اور شریعت جو اس کی تعظیم کا حکم دینے والی ہے وہ نار ہے یا سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام زیتونہ مبارکہ ہیں اور انکی دُعا اس جگہ کے بارہ میں زیت ہے۔

د۔ اور اسکی تفسیر اہلِ تاریخ کی جانب سے:

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مصباح ہیں، بنو ہاشم یا قریش زجاجہ ہیں۔ ان ہی کے لیے بزرگی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خلافت کا حق ہے، عرب مشکوٰۃ ہیں اور وہ نور جو

اٰباءہ صلی اللہ علیہ وسلّم زیت، وسیدنا ابراہیم او نوح علیہما السّلام شجرۃ مبارکۃ، کانا فی ارض الشام والعراق دون ارض المشرق، ولا ارض المغرب، وَمَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ونبوۃ التشریع، والملک التی بہا ساد رسول اللہ صلی علیہ الوری، وارتقی الی قاب قوسین او ادنیٰ، واشتہر بین الخلائق بالفضل والعلیٰ نار۔

(۵) وتاویلہا من قبل اہل السلوک مشاہدۃ جمع الجمع والفرق مصباح، والتجلّی الذاتی نار، والتوحید الصفاتی زجاجۃ، والافعالی مشکوٰۃ، وصدق الارادۃ والمحبۃ الذاتیۃ المودعۃ فی الکل زیت[۳۹] والحب الازلی المشار الیہ فی قولہ فاحببت ان اعرف، زیتونۃ مبارکۃ، جامعۃ

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آبار واجداد کی پیشانیوں میں پے بہ پے چلتا رہا ہے وہ زیت ہے اور سیّدنا ابراہیم و نوح علیہما السّلام شجرہ مبارکہ ہیں جو شام اور عراق کے ممالک میں تھے نہ مشرق کی سرزمین میں اور نہ مغرب میں "اور نہ حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ یکسو ہونے والے اور فرمانبردار تھے" نبوتِ تشریعی اور وہ بادشاہی وحکومت جس کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تمام مخلوق کی سرداری کی اور قاب قوسین (دو کمانوں کا فاصلہ) یا اس سے بھی کم فاصلے تک آپ پہنچے اور ساری کائنات میں فضیلت و برتری کے ساتھ مشہور ہوئے وہ نار ہے۔

۵۔ اور اس کی تاویل اہلِ سلوک کی طرف سے:

جمع الجمع اور فرق کا مشاہدہ کرنا مصباح ہے ذاتی تجلّی نار ہے توحید صفاتی زجاجہ ہے اور توحید افعالی مشکوٰۃ ہے۔ صدقِ ارادت اور ذاتی محبت جو ہر ایک میں ودیعت رکھی گئی ہے زیت ہے۔ محبت ازلی جس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں "زیتونہ مبارکہ ہے جو ان دونوں کو جمع کرنے والا

---

[۳۹] فی ۱، ط "فی الکل"

وصفي ظهور المحبوب بالجمال واختفاء المحب تحت سكر الحال، ولا يختص بالاتصال ولا بالانفصال۔

(و) وتاويلها من قبل اهل الجفر الحروف البسيطة كالمصباح، والكلم المتألفة فيها كالزجاجة والعبارات المركبة منها كالمشكوٰة، وقواعد استخراج العلوم والتصرف في المواليد بها كالزيت، وامير المؤمنين علي عليه السلام وذريته الطاهرة كالزيتونة المباركة، لانهم كانوا ظاهرين على كافة الناس، ولا مختفين عن الخواص وكانوا ورثة النبوة اقطاب الولاية، لا انبياء ولا كعامة الاولياء، والصلحاء، والتعليم الحاصل من الله سبحانه، بعد المحافظة على شرائط الورع والادب والطهارة واليقين كالنار۔

(ز) وتاويلها من قبل اهل الاخلاق، ملكة العدالة اي غلبة القوة المميزة مصباح،

ہے۔ جمال کے ساتھ محبوب کے ظاہر ہونے کی وصف اور حالتِ سُکر (جذب ونشہ) کے تحت مُحب کا پوشیدہ ہونا جو نہ وصل کے ساتھ خاص ہے اور نہ جدائی کے ساتھ۔

و۔ اور اس کی تفسیر اہلِ جفر کی طرز پر:

حروفِ بسیطہ (الگ الگ حروف) مصباح کی مانند ہیں اور کلمات جو ان سے بنتے ہیں وہ زجاجہ کی طرح ہیں اور وہ عبارتیں جو ان کی ترکیب سے حاصل ہوتی ہیں وہ مشکوٰۃ جیسی ہیں۔ علوم کے حاصل کرنے کے قواعد وضوابط اور ان کی پیدائش کی جگہوں میں تصرّف زیت ہے' اور چھان بین کے بعد حاصل ہونے والے علوم زیت ہیں' اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولادِ پاک زیتونِ مبارکہ ہے نہ وہ تمام لوگوں پر ظاہر ہیں اور نہ خاص لوگوں سے پوشیدہ ہیں اور نبوّت کے وارث اور ولایت کے قطب ہیں۔ نہ تو نبی ہیں اور نہ عام اولیاء اور صلحاء کی طرح ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حاصل ہونے والی تعلیم جو تقویٰ، ادب پاکیزگی اور یقین کی شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے حاصل ہو نار کی مانند ہے۔

ز۔ اس کی تفسیر اہلِ اخلاق کی نظر میں:

انصاف کا ملکہ یعنی اس قوت کا غلبہ جو ظالم ومظلوم میں تمیز کا ذریعہ ہے وہ مصباح

والاخلاق الفاضلة من الحكمة والشجاعة والعفة زجاجة، والافعال المتقنة مشكوٰة، والتجارب النافعة والعلوم المهذبة زيت، والعقلاء اهل التجارب المعتدلون عن طرفي الافراط والتفريط زيتونة مباركة، والنفس الكاملة ذات القريحة الوقادة والمزاج المعتدل نار، مولدة لكمال الاخلاق۔

(ح) وتاويلها من قبل اهل السياسة الملك مصباح، والامراء زجاجة، والجند مشكوٰة، والدولة زيت، والرعية التي يجلب منها المال زيتونة يجب[1] ان لايكون في غاية الذل والافلاس، وفي غاية الرفة[2] والاستكثار[3] والقهر والغلبة مع التاييد والاقبال نار، والعدل نورہ۔

(ط) وتاويلها من قبل اهل العربية بلاغة الكلام مصباح، وفصاحته زجاجة، وصحته

ہے اور عمدہ اخلاق مثلاً دانائی، بہادری اور پاکبازی زجاجہ ہیں اور پختہ افعال مشکوٰۃ ہیں نفع دینے والے تجربات اور تہذیب سکھانے والے علوم زیت ہیں عقلمند لوگ جو تجربہ کار ہیں اور افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ اختیار کرنے والے ہیں وہ زیتونہ مبارکہ ہیں اور ذہن (نفس) کامل جو وقاد طبیعت اور معتدل مزاج کا مالک ہو وہ نار ہے جو اخلاقی کمال کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

ح۔ اہلِ سیاستہ کے ہاں اس آیت کی تفسیر

مُلک (بادشاہ) مصباح ہے۔ دیگر امراء وحکام زجاجہ ہیں، فوج مشکوٰۃ ہے اور حکومت یا سرمایہ زیت ہے اور رعایا جس سے مال حاصل کیا جاتا ہے وہ زیتونہ ہے ضروری ہے کہ رعایا انتہائی کمزور اور مفلس نہ ہو اور نہ انتہائی آرام طلب اور مالدار ہو، تائید اور اقبال کے ساتھ غلبہ و قہر نار ہے اور عدل وانصاف اس کا نور ہے۔

ط۔ اہلِ عربیۃ کی جانب سے اس آیت کی تفسیر

---

[1] فی ا، ط "یجب الایکونوا والصواب عندی یجب ان لایکونو"۔

[2] فی ا، ط "الترفہ"

[3] فی ن "الاستکبار"

مشکوٰۃ، والمزایا البیانیۃ من التشبیہات والاستعارات مصباح، والمحسنات البدیعۃ زجاجۃ، والمعانویۃ مشکوٰۃ، وبلاغۃ المتکلم زیت، وہو زیتونۃ، لایکون من اہل التعقید والاغلاق، ولا من اہل الکلام السوقی، والتطویل ومقتضی الحال نار۔

(ی)، وتاویلھا من اہل المنطق التصدیق الجازم الثابت المطابق مصباح، والنسبۃ التامۃ الجزیۃ زجاجۃ، وعقد الوضع والحمل مشکوٰۃ، والضروب الناتجۃ والاوضاع المنتجۃ زیت، والشکل الاول الراجع الیھا جمیع الاشکال او مطلق القیاس، او الموصل او المقدمات الیقینیۃ زیتونۃ مبارکۃ، ولایکون الدلیل من اجلی البدیہیات کالجزئیات المادیۃ المتغیرۃ، ولا من اخفاہا بحیث لایدرک بالعقل اصلا کمحض السمعیات، بل الامور الغائبۃ عن

کلام کی بلاغت مصباح ہے اور اس کی فصاحت زجاجہ ہے، اس کی صحت مشکوٰۃ ہے اور علم بیان کی دیگر خوبیاں مثلاً تشبیہات، اور استعارات مصباح ہیں اور علم بدیع کی محسّنات (کلام کو حُسن بخشنے والی خوبیاں)، زجاجہ ہیں اور بامقصد ہونا مشکوٰۃ ہے متکلّم کا بلیغ ہونا زیت ہے اور خود متکلّم زیتونہ ہے جو نہ ان لوگوں میں سے ہو جو مشکل اور پیچیدہ کلام کرنے والے ہیں اور نہ ایسے اہلِ کلام سے ہو جو بازاری اور طویل گفتگو کرنے والے ہیں مقتضی الحال (موقع ومحل کی مناسبت) نار ہے۔

ی۔ اہلِ منطق کے ہاں اس آیت کی تفسیر:

تصدیق ثابت جازم اور مطابق واقع مصباح ہے، نسبۃ تامہ جزیہ زجاجہ ہے اور وضع وحمل کا عقد یعنی عقد وضع اور عقد حمل مشکوٰۃ ہے وہ شکلیں جو نتیجہ دیتی ہیں اور وہ اوضاع (قرائن) جن سے کوئی نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ زیت ہیں، شکل اوّل جس کی طرف تمام شکلیں راجع ہوتی ہیں یا مطلق قیاس یا مُوصل (نتیجہ تک پہنچانے والا کلام) اور یقینی مقدمات یہ سب زیتونہ مبارکہ ہیں اور دلیل نہ تو بدیہیات میں سے ہو جیسے متغیّر ہونے والی مادی جزئیات اور نہ سب سے اخفیٰ (پوشیدہ) ہو جس کا عقل بالکل ادراک نہ کر سکے جیسے وہ چیزیں جو صرف نبی

مدارک البشر والقوۃ الحاکمۃ او المفکرۃ نار؛

(یا) وتاویلها من قبل اہل الطب الروح الهوائی او القلب مصباح، والشرائین او الریۃ زجاجۃ، والجلد والاعصاب مشکوٰۃ، والدم والاخلاط الصالحۃ زیت، والکبد زیتونۃ، لیس فی رقۃ الاخلاط ولا فی صلابۃ العظام، ولا فی اسفل البدن، ولا فی اعلاہ، وفی الدم اعتدال مستعد للحیٰوۃ والنفس الممهدۃ[۴۳] لها نار، وہی نورها؛

(یب) وتاویلها من قبل اہل الابصار من علمائ التشریح والمناظر، الجلیدیۃ سکرجۃ، والزجاجیۃ زجاجۃ، والعنکبوتیۃ مشکوٰۃ والصورۃ المنطبقۃ[۴۴] بامداد الخطوط الشعاعیۃ المخروطیۃ مصباح، یوقد من زیت مستنیر، وسطح المرئی زیتونۃ، یجب ان لا یکون فی ظلمۃ شدیدلا بنفد

سے حاصل ہو سکیں بلکہ وہ امور بھی نہ ہوں جو انسان کے ادراک سے بالا ہوں اور قوۃ حاکمہ یا قوۃ متفکرہ (نظر و فکر والی قوت) نار ہے۔

یا۔ اس کی تفسیر اہلِ طب کے ہاں:

روح ہوائی اور دل مصباح ہیں۔ خون کی رگیں اور طعام کی نالی زجاجہ ہے جلد اور پٹھے مشکوٰۃ ہیں۔ خون اور صحیح غلطیں (سوداء، صفراء وغیرہ) زیت ہیں۔ جگر زیتونہ ہے جو نہ تو بالکل رقیق (پتلی) اخلاط میں ہے اور نہ سخت ہڈیوں میں نہ بدن کے نچلے حصّے میں اور نہ اسکے اوپر والے حصے ہیں اور خون کا اعتدال جو زندگی اور جان کی استعداد رکھتا ہے وہ نار ہے اور یہ معتدل خون اس کا نور ہے۔

یب۔ اور اس کی تفسیر علماءِ تشریح و مناظر میں سے اہلِ بصیرت کے ہاں:

جلیدیۃ پیالی ہے۔ زجاجیۃ زجاجہ ہے، عنکبوتیۃ مشکوٰۃ ہے اور صورۃ منطبقہ جو مخروطی شعاعوں کی مدد سے حاصل ہوتی ہے وہ مصباح ہے جسے روشن اور چمکدار تیل (روغن) سے جلایا جاتا ہے اور دکھائی دینے والی سطح زیتونہ ہے۔ جس کے لیے

۴۳؎ فی ا،ط "المفیدۃ".

۴۴؎ فی ا،ط "المنطبعۃ"

فیہا شعاع البصر، ولا فی نور شدید تضمحل فیہ الشعاع، ولا فی غایۃ القرب، ولا فی غایۃ البعد،
والنور الذی فی مجمع النور او النفس الحیوانیۃ او الانوار الخازنیۃ[۳۵] نار، والانکشاف البصری نور لہا،

(یج) وتاویلہا من قبل اہل التنجیم، الجزء الطالع مصباح، وبرجہ، زجاجۃ،
وما یحیط بہ من البیوت بل تمام الزائجۃ من الاوتاد والبیوت المائلۃ والزائلۃ[۳۶] مشکوٰۃ،
والادلاء من السہام والتسییرات والخطوط وغیرہا زیت، والکواکب زیتونۃ، یدور فی
النفس[۳۷] الشرقی والغربی، ولیست بشرقیۃ ولا غربیۃ، او اشعۃ الکواکب زیت وہی فی افلاکہا

ضروری ہے کہ وہ نہ تو ایسی سخت تاریکی میں ہو جس میں آنکھ کی شعاع نہ گزر سکے اور
نہ اتنی تیز روشنی میں ہو جس میں شعاع بے اثر ہو جائے نہ انتہائی قریب ہو اور نہ انتہائی
دُور اور وہ نور جو مجمع النور (نور جمع کرنے والی چیز یا جگہ) میں ہے نفسِ حیوانی یا انوارِ
خازنیۃ نار ہیں اور انکشاف بصری (آنکھ سے دیکھ لینا) اس کا نور ہے

یج۔ اور اسکی تفسیر علم نجوم کے ماہرین کے ہاں:

جزو طالع مصباح ہے اور اس کا برج زجاجہ ہے اور جو خانے اس کا
احاطہ کرتے ہیں بلکہ وہ پورا زائچہ جو ان کیلوں سے بنایا جاتا ہے اور خانے جو جھکے ہوتے
ہیں اور اپنے مقام سے ہٹے ہوتے ہیں وہ مشکوٰۃ ہیں۔ تیر، سیارے، زائچے اور
لکیریں وغیرہ جو ڈالے جاتے ہیں وہ زیت ہیں اور ستارے زیتونہ ہیں جو نفس شرقی اور
غربی میں چکر کاٹتے ہیں اور خود شرقی یا غربی نہیں یا ستاروں کی شعاعیں زیت ہیں اور
وہ ستارے اپنے افلاک میں زیتونہ ہیں اور احکام کے قوانین کو اپنے مقام پر رکھ کر
گھروں کو برابر کرکے، ستاروں کی تقدیم اور قرائن کو حسابی قوانین کے ساتھ ضبط میں لاکر نتیجہ

۳۵۔ فی ا، ط "الخارجیہ"

۳۶۔ فی ا، ط "الزاملہ"

۳۷۔ فی ا، ط "النصف"

زيتونة، وللفكر[48] المنتج للاحكام باماتة[49] القواعد الاحكامية، ولتسوية البيوت، وتقديم الكواكب، وضبط القرانات بالقواعد الحسابية نار، وكشف اقضية الله سبحانه، بالاستدلال لا بالغيب نورها۔ (يـد) وتاويلها من قبل اهل الحساب، العدد من عجائب ايات الله سبحانه، بل من جملة الانوار القاهرة، كما قيل العدد عقل متحرك والعقل عدد ساكن وصدور المادي[50] كما قيل على حسب الطبائع العددية، والواحد العددي ظل الواحد الحقيقي، يكشف عن سر القيومية، والاحاطة والتوحيد الذاتي، وجملة[51] الافاعيل والانفعالات والحسن والقبح مبني على النسب العددية، وله في التكثير آثار عظيمة وفي الشريعة اعتبارات لطيفة، وكثير من الفنون الدينية والعقلية والصناعات العملية مستمد به، والمعاملات دائرة عليه ونظام الملك والدولة ينضبط

پیدا کرنے والی فکر نار ہے اور اللہ سبحانہ کے فیصلے استدلال کے ساتھ ظاہر کرنا جو کہ غیب کی باتوں کو ظاہر کرنا نہیں ہے یہ اس کا نور ہے۔

یـد۔ اور اسکی تفسیر اہلِ حساب کے ہاں:

عدد اللہ سبحانہ کی عجیب آیات میں سے ہے بلکہ یہ تمام غالب انوار میں سے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے عدد عقلِ متحرک ہے اور عقل عدد ساکن ہے اور مادی چیز کا صادر ہونا جیسا کہ کہا گیا ہے عدد کے طبائع کے مطابق اور واحد عددی واحد حقیقی کا ظل اور سایہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قیومیت کے راز ظاہر کرتا ہے اس کا تمام اشیاء کا احاطہ کرنا، توحید ذاتی اور افعال و انفعال اور چیزوں کا حُسن و قبُح (خوبی اور برائی) یہ سب عددی نسبتوں پر مبنی ہے اور اسکے تکثیر (کثرت) میں عظیم نشانات ہیں اور شریعت میں عمدہ اعتبارات ہیں اور بہت سے دینی اور عقلی فنون اور عملی صنعتیں اس سے مدد حاصل کرتی ہیں اور معاملات

۴۸ـ في ا، ط، م "لفكر"

۴۹ـ في ا، ط "باستعانة"

۵۰ـ في ا، ط "المبادي"

۵۱ـ في ا، ط "جمه"

بہ، وبرہانہ، اصدق البراہین واقواہا، واللہ سبحانہ، فیہ آیات بینات واسرار جلائل خفیات منہا متحابۃ ومتباغضۃ الی غیر ذٰلک مما لایحصی[52]

ثم اقول الشیئ المفروض لاجزاء الاعمال الحسابیۃ مصباح، یظہر بہ المجہولات، وینکشف[53] بہ المخفیات، والمال بمنزلۃ الزجاجۃ، ینطبق بالجذر، ویحیط بہ، والکعب المشتمل علیہما بمنزلۃ المشکوٰۃ، وہی الاصول وما بعدہا متألفۃ منہا، والنسب العددیۃ المنتظمۃ المترتبۃ المبتنی علیہا القواعد الجبریۃ، والاعمال الحسابیۃ، زیت، والسلسلۃ العددیۃ زیتونۃ مبارکۃ، اصلہا الواحد وعالیہا تکرارہ کظاہر الوجود، وسافلہا اجزائہ، کباطن الوجود، لانہایۃ

اس پر دال ہیں، ملک اور حکومت کا نظام اس سے منضبط ہوتا ہے اور اس کے ساتھ پیش کی جانے والی دلیلیں زیادہ سچی اور قوی ہوتی ہیں اور اللہ سبحانہ کی اس میں بہت سی واضح نشانیاں اور بہت سے خفیہ بزرگیوں کے راز ہیں بعض ان میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، بعض بغض وعداوت رکھنے والے وغیر ذٰلک جو بے شمار ہیں۔

اب میں کہتا ہوں حسابی کاموں کے اجزاء کے لیے جو چیز فرض کی جاتی ہے وہ مصباح ہے کیونکہ اس سے نامعلوم چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں اور مخفی چیزیں واضح اور ظاہر ہو جاتی ہیں اور مال زجاجہ کی طرح ہے جو جذر پر منطبق ہو جاتا ہے اور اس کا احاطہ کرتا ہے اور کعب جو ان دونوں پر مشتمل ہوتا ہے وہ مشکوٰۃ کی مانند ہے اور یہی اصول ہیں اور اسکے بعد والے اجزاء اسی سے بنتے ہیں اور وہ عددی نسبتیں جو منظم اور مرتب ہوتی ہیں اور جن پر جبری قاعدوں اور حسابی عملوں کا دارومدار ہوتا ہے وہ زیت ہیں اور عددی سلسلہ زیتونہ مبارکہ ہے جس کا اصل ایک کا عدد ہے اور باقی اوپر کے اعداد سب اسی ایک کا تکرار ہیں جیسے وجود کا ظاہر اور نچلے اعداد اس ایک کے اجزاء ہیں جیسے وجود کا باطن، اس کی نہ تو اوپر کی

---

[52] فی ا، ط "مما لایخفی"

[53] ن "یحصی"، ن "یکشف"

لها من فوق ولا تحت، وہذہِ السلسلۃ فاقدۃ العین، شاہدۃ الاثر وسلیقۃ المحاسب المتوقد الذہن، الصائب الحدس نارٌ۔

(یلہ) وتاویلہا من قبل اہل الہندسۃ الخط فی السطح وہو فی الجسم والخط یتولد من نقطۃ تتحرک فی مسافۃ فالخط اول الابعاد وبسطہا واشرفہا واصلہا یتقدر بہ غیرہ تربیعا تکعیبا وہو شبیہ بالمصباح، ای الفتیلۃ والشعلۃ القائمۃ فی الشکل ایضا والسطح بالزجاجۃ فی رقۃ حیث لا عمق وفی شکلہ اذ منہ، کری ویحیط بالمرکز والقطر، والجسم بالمشکوٰۃ، فی غلظہ[۵۴] بالعمق وفی استقرارہ ومظروفیتہ والمسافۃ بالشجرۃ فی امتدادہا وتشعب الفجاج منہا

جانب کوئی انتہا ہے اور نہ نیچے کی جانب۔ اور یہ عددی سلسلہ نظر نہ آنے والی چیز ہے لیکن اس کا اثر بالکل ظاہر ہے اور مشاہدہ میں آتا ہے تجربہ کار، صحیح رائے والے تیز ذہن والے حساب کرنے والے شخص کا سلیقہ اور طریقہ نار (کی طرح) ہے۔

یلہ۔ اور اس آیت کی تفسیر اہل ہندسہ (جیومیٹری۔ انجینئرنگ) کے ہاں:

خط سطح میں ہے اور سطح جسم میں۔ اور خط ایسے متحرک نقطوں سے بنتا ہے جو ایک مسافت میں حرکت کرتے ہیں۔ پس خط ہی سب سے پہلا، بعد ہے اور یہی سب سے وسیع، اشرف اور اصل ہے۔ اسی سے آگے مربع مکعب وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور یہ مصباح یعنی فتیلہ کے مشابہ ہے اور شکل میں قائم ہونے والا شعلہ بھی اور سطح زجاجہ کے ساتھ باریک ہونے میں مشابہ ہے کیونکہ اس میں گہرائی (موٹائی) نہیں۔ اور اپنی شکل میں بھی مشابہ ہے کیونکہ بعض کی کروی شکل ہے اور یہ مرکز اور قطر کا احاطہ کرتی ہے اور جسم اپنی موٹائی میں مشکوٰۃ کے ساتھ اس کی گہرائی میں مشابہ ہے۔ (جس طرح مشکوٰۃ میں عمق (گہرائی) ہے اسی طرح جسم میں غلظ یعنی موٹائی ہے) اور مسافہ اپنے طویل ہونے میں اور اس سے مختلف راستوں کے نکلنے میں شجرہ کے ساتھ مشابہ ہے جیسے اس شجرہ کے ساتھ

---

[۵۴] فی ا، ط "غلظہ"

كالفروع والغصون، وهي من الامور المستغنية عن المادة في التعقل المفتقرة اليها في التحقق، وعند الاشراقية برزخ بين عالمي الماديات والمفارقات، والحركة المتقومة بها الكائنة فيها بالزيت في سريانها في الاجسام وظهور افعالها وآثارها بها، تكاد تحدث الابعاد لاقتضارها الجهة والاطراف والنقطة بالنار في لطفها ونفوذها في كل شيء وانتهاء الابعاد اليها، انتهاء المواليد والصناعات الى النّار، وفي كونها كالذرة ثم يتولد منها بالحركة ما لا يسع في اذرع، فهذه خمسة عشر وجهاً وهي مع السوالف خمسة وعشرون وتدور في خلدي في هذه المسالك وغيرها وجوه، لو تعرضت لها، او لبسطت القول في مناسبات ما ذكرت منها، خشيت الاطناب والاسهاب۔

شاخیں اور ٹہنیاں ہوتی ہیں اور یہ ان امور میں سے ہے جو اپنے تعقل (ذہنی وجود) میں مادے کے محتاج نہیں لیکن اپنے تحقق (خارجی وجود) میں اسکے محتاج ہیں اور اشراقیہ کے نزدیک یہ عالمِ مادی اور عالمِ مفارق (جہاں مادہ سے خالی ہو) کے درمیان برزخ ہے اور وہ حرکت جو قائم ہے اور جس کی وجہ سے یہ اس میں موجود ہے زیت کے مشابہ ہے اس طرح کہ وہ حرکت اجسام میں جاری وساری ہوتی ہے اور انکے افعال اور آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں قریب ہے کہ ابعاد حادث ہوں کیونکہ وہ جہت اور اطراف کو چاہتے ہیں۔ اور نقطہ آگ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اپنی باریکی میں، ہر چیز میں نفوذ کرنے میں اور ابعاد کے اس پر ختم ہوتے میں جیسے پیدا ہونے والی اشیاء اور صنعتیں آگ پر ختم ہوتی ہیں نیز یہ غلّے کے دانے کی طرح ہونے میں بھی مشابہت رکھتا ہے پھر اس سے حرکت کے ساتھ وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو گزوں میں بھی نہیں سماتیں۔

پس یہ پندرہ توجیہات ہیں اور پہلی توجیہات کے ساتھ مل کر یہ پچیس ہو جاتی ہیں اور میرے جی میں ان مسالک وغیرہ میں اور بہت سی توجیہات آتی ہیں۔ اگر میں ان کے درپے ہو جاؤں یا جو میں نے ذکر کی ہیں ان کے ساتھ مناسبت رکھنے والی باتوں

ولما كان الغرض التنبيه على قانون التطبيق، ليكون مقياسا لحرب التحقيق، ودستورا لرهط التدقيق، دون البسط والاشباع والبلوغ الى درجة الارتفاع، رأيت السكون اولى وكبح عنان البيان احرى۔

(خاتمة) وافتحت الى تمة المحشوة بمذكورات

(ا) اوّلها تحرير المثال على ما ذكرت هو الظاهر دلالة، المتعارف عادةً، ودونه وجوه محتملة، وان لم تكن خالية عن بعد وندرة، لا باس ان اشير اليها۔

وحصرها ان المشكوٰة اما بمعنى الكوة كما هو المشهور، واما بمعنى الانبوبة التى يغرز فيها

کی تفصیل بیان کروں تو مجھے ڈر ہے کہ بات بہت لمبی اور طویل ہو جائیگی۔

چونکہ مقصود مطابقت کے قانون پر تنبیہ کرنا ہے تاکہ اہلِ تحقیق کے لیے مقیاس (قیاس کا پیمانہ/آلہ) اور باریک بین لوگوں کی جماعت کے لیے دستور بن جائے یہ مقصد نہیں کہ تفصیلی، طویل اور انتہائی بلند کلام کی جائے اس لیے میں نے یہاں پر ہی رُک جانا بہتر خیال کیا اور بیان کی لگام کو کھینچ لینا زیادہ مناسب سمجھا۔

خاتمہ

اور اب میں خاتمہ شروع کرتا ہوں جو مذکورہ باتوں پر مشتمل ہے:

ا۔ ان میں سے پہلی بات۔ مثال کی تحریر جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے دلالت کے اعتبار سے ظاہر ہے اور عادةً متعارف ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور احتمالی توجیہات ہیں جو اگرچہ دوری اور نادر (قلیل) ہونے سے خالی نہیں ہیں تاہم اس میں کوئی حرج بھی نہیں کہ میں ان کی طرف اشارہ کروں۔

اور ان کا حصر اس بات میں کہ مشکوٰۃ طاق کے معنی میں ہے جیسا کہ مشہور ہے اور یا اس نلکی کے معنی میں ہے جس میں فتیلہ (بتّی) ڈالی جاتی ہے پس وہ مصباح

الفتیلۃ، فیکون ظرفاً اولیاً حاملاً للمصباح، غیر موصوف بالاستنارۃ، وعلی الشقین الیقاد المصباح، اما من زیت الشجرۃ کما ہو المتعارف، او من عودہا کما یعتاد فی المساکن الجبلیۃ الاستصباح بالاخشاب الدہنیۃ وعلی الاحتمالین قولہ یوقد من شجرۃ مبارکۃ، اما علی المعتاد، حیث یکون النار من خارج، والمادۃ من الشجرۃ، او علی نہج قولہ تعالیٰ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ، فیکون الشجرۃ جامعۃ الدہنیۃ، القابلۃ، للنار، والخاصیۃ المولدۃ لہا، کما فی شجرۃ القصب والقطن مثلاً وعلی التقدیرین قولہ یکاد ولولم اما مبالغۃ فی نفاستہ[55] وبراقتہ کما ہو الظاہر، والمتعارف، او بمعنی التاکید، وادعاء استنارتہ، بالفعل اما فی نفس الشجرۃ، او لبعد الانفصال عنہا کما یقال فی سراج القطرب علی قیاس الرطوبات المضیئۃ فی الحیوانات

(چراغ) کو اٹھانے والا براہ راست برتن ہوتا ہے جو روشنی کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا اور دونوں صورتوں میں چراغ کو روشن کرنا یا تو درخت کے تیل سے ہوتا ہے جیسا کہ مشہور ہے یا اس کی لکڑی سے ہوتا ہے جیسا کہ پہاڑی جگہوں میں روغن (تیل) والی لکڑی کو جلا کر کیا جاتا ہے۔ دونوں احتمالوں میں ارشادِ ربّانی یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ جسے مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے یا عادت پر محمول ہے جہاں آگ باہر سے حاصل ہو اور اس کا مادہ درخت سے ہو یا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے طریقے پر ہوگا: فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ۔ پس جب تم اس سے آگ جلاتے ہو (یعنی وہ لکڑی ہی جلنا شروع کر دے) پس درخت روغنیت جمع کرنے والا، آگ کو قبول کرنے والا اور اس خاصیت والا ہوگا جو آگ پیدا کرنے والی ہے جیسا کہ گنّے اور کپاس کے درخت میں ہوتا ہے اور دونوں تقدیروں (صورتوں) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یَکَادُ، وَلَوْ لَمْ (قریب ہے اگرچہ نہ) یا تو اسکی نفاست اور چمک میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لیے ہے جیسا کہ ظاہر اور متعارف ہے یا تاکید اور اس کے بالفعل روشن ہونے کے ادّعا کے معنی میں ہے یا تو خود درخت میں ہی یا اُس سے جُدا ہونے کے بعد جیسا کہ سراج قطرب (بھوت کا چراغ) میں کہا جاتا

---

[55] ن "نفاتہ"

كعين الحية والسنور وذنب الحباحب وهي الدويبة المعروفة بها، وبعض هذه الوجوه وان كانت غير واقعة في الزيتونة، ولكن التقدير كاف في التمثيل وقد انبأتك انها لاتخلو عن بُعدٍ، فهذه ستة عشر احتمالا، وهي بالنظر الى القرائتين اثنان وثلاثون، واذا اضيف اليه المعاني المحتملة في قوله لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ طال ذيل المقال جدًّا، واني قدمت منها البسطها، وعزمت ان انبه ههنا على اخصرها في وجهين۔

الواحد: ان النفس في بدء بلوغها حد التميز[56] او التكليف، او في وقوفها موقف الندم والتقصير، خالية عن انوار الاعمال الصالحة قابلة لها، حاملة اياها، فهي كالانبوبة

ہے۔ حیوانات میں چمکنے والی رطوبتوں پر قیاس کرتے ہوئے مثلاً سانپ کی آنکھ، بلّی کی آنکھ اور جگنو کی دُم اور جگنو ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو اس کے ساتھ مشہور ہے اور ان میں سے بعض وجوہ اگرچہ زیتون کے درخت میں واقع نہیں ہیں لیکن مثال پیش کرنے کیلیے ان کا فرض کر لینا ہی کافی ہے اور میں تجھے اے مخاطب! آگاہ کر چکا ہوں کہ یہ توجیہات بُعد (دُوری) سے خالی نہیں۔ پس یہ سولہ احتمال ہیں اور دو قراتوں کو مدنظر رکھتے ہُوئے بتّیس ہو جاتے ہیں اور جب ان میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (نہ شرقی ہے اور نہ غربی) کے احتمالی معنوں کو ملا دیا جائے تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی ہے اور مَیں نے ان میں سے جو سب سے تفصیلی صورت ہے وہ پہلے بیان کر دی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ یہاں ان میں سے سب سے مختصر دو توجیہیں بیان کروں۔

(اس کے تحت دو توجیہیں ہیں)

پہلی توجیہ تحقیق نفس تمیز یا مکلّف ہونے یا پشیمانی اور کوتاہی کے مقام پر واقف ہونے کی حد تک پہنچنے سے پہلے نیک اعمال کے انوار سے خالی ہوتا ہے لیکن ان کی قابلیت رکھتا ہے اور ان کو اُٹھانے والا (استعداد والا) ہوتا ہے پس وہ نالی (نلکی) کی مانند ہے اور سب سے پہلی چیز جو اس کی زمین کو آباد کرتی ہے

[56] في ا، ط "التميز"

واوّل مایعمر ارضہا ویفتح غلقہا شہادۃ الحق الکلمۃ الطیبۃ المذکورۃ فی قولہٖ تعالیٰ وَمَثَلُ
كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ
تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا، فہی کالزیتونۃ المبارکۃ، الایمان
اصلہا، والارکان الباقیۃ فروعہا، ثم بقیۃ الطاعات غصونہا، والاداب المشروعۃ فیہا اوراقہا،
والحدود والکفارات لیفہا، والاذکار ازہارہا، والاحوال الطیبۃ ثمرہا، یکاد الزیت المکنون
فیہا من الاخلاص والمناجاۃ یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ الجذب والتجلی المحرقۃ للستور، فاذا
دووم علیہ ارتفع النقاب وانخرق الحجاب، وحصلت صفۃ الاحسان، وملکۃ الیادداشت
وصارت المشاہدۃ دیدنا، والغیب شہادۃ، وہذہ الملکۃ ام التجلیات ینشرح الٰی
صنوفہا داس المناصب بعد لغونہا فحینئذٍ ینقلب الاحوال والاعمال تجلیات قدسیۃ،

اور اسکی بندش کو کھولتی ہے وہ حق بات کی گواہی یعنی کلمہ طیبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے
اس ارشاد میں مذکور ہے "اور پاکیزہ کلمے کی مثال پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ
ثابت ہے اور اسکی شاخ آسمان میں، وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے اپنے ربّ
کی اجازت سے"، پس وہ زیتونہ مبارکہ کی طرح ہے۔ ایمان اس کی جڑ ہے اور
باقی ارکان اس کی شاخیں ہیں، پھر باقی نیکیاں (عبادتیں)، اسکی ٹہنیاں ہیں اور ان
میں شرعی طور طریقے اس کے پتے ہیں، حدود اور کفّارے اس کے چھال ہیں
اور مختلف ذکر اس کے پھول ہیں، پاکیزہ احوال اس کا پھل ہیں قریب ہے کہ وہ زیت
جو اس میں چھپا ہوا ہے یعنی اخلاص اور دُعا خود بخود روشن ہو اگرچہ جذب اور تجلّی کی
آگ جو پردوں کو جلاڈالنے والی ہے اُسے نہ چھوئے پس جب اس پر ہمیشہ قائم
رہے تو نقاب اُلٹ جاتا ہے اور پردہ پھٹ جاتا ہے اور احسان کی صفت اور
یادداشت (یاد رکھنا) کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے اور مشاہدہ عادت بن جاتی ہے،
اور غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ ملکہ یا تجلیات اپنی اصناف کی طرف کھلتی ہیں۔

[illegible] "الی صنوفہا داس المناصب بعد لغونہا"

وتجرّ المقامات والاخلاق الى مناصب شريفة فكانت[58] كالمصباح المستوقد، فلما انصبغ الباطن والظاهر بصبغة اللّٰه واستنار بنور اللّٰه صار كالزجاجة المشرقة، به تفيض[59] نور على اهله ومقتبسيه، ثم النظر الغامض فيقتضي[60] بان حقيقة الكلمة الطيبة وشجرها[61] كلاهما كالبرزخ بين عالمي الالوهية والعبودية، ومن ثم يقع وصلة وواسطة بين العبد وربه، فذلك قوله تعالى لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ اما حقيقتها فهي حكاية لجمال الاحدية، وصفة للنفس البشرية

جیسے مراتب جنھیں اپنے فنون کے حساب سے شمار کیا جاتا ہے تو اس وقت احوال اور اعمال تجلّیاتِ قدسیہ میں بدل جاتے ہیں اور مقامات اور اخلاق بزرگ اور شریف عہدوں کی طرف کھنچ جاتے ہیں پس یہ روشن چراغ کی مانند ہو جاتے ہیں اور جب باطن اور ظاہر اللہ کے رنگ سے رنگے جاتے ہیں اور اللہ کے نور سے روشن ہوتے ہیں تو یہ روشن شیشے کی مانند ہو جاتے ہیں جس سے نور اس باطن اور ظاہر والے شخص پر اور اس کو حاصل کرنے والے پر جاری ہو جاتا ہے پھر گہری نظر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کلمہ طیبہ اور اس کے درخت دونوں کی حقیقت ایسے ہے جیسے عالمِ الوہیت اور عالمِ عبودیت کے درمیان برزخ، اور اسی وجہ سے یہ بندے اور اس کے رب کے درمیان وصل کا ذریعہ اور واسطہ واقع ہو جاتا ہے پس یہی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا "نہ شرقی ہے اور نہ غربی"۔ یا تو اس کی حقیقت مراد ہے تو یہ احدیت کے جمال کا بیان ہوگا اور نفس بشریت کے لیے صفت اور رہا اس کا

---

۵۸ ن "وكانت"

۵۹ ن "فبقي"

۶۰ في ا،ط "ليقتضي"

۶۱ في ا،ط "شجہا"

واما شجرہا[۱۶۲] فہو کلام اللہ خلع علیہ لباس نورانی من جناب قائلہ جار علی لسان العبد اظہار الحقیقۃ حالہ۔

والثانی ان السالکین الی کعبۃ الحقیقۃ من الفجاج المختلفۃ العقلیۃ والنقلیۃ، او الکشفیۃ، مع تباین مرامی الحاظہم، وتفنن معانی الفاظہم، اطبقوا علی ان نور الوجود واقع فی الواقع علی مراتب متفاوتۃ مترتبۃ فی الغنی والفقر، والشرف والخسۃ۔

اوّل الموجودات واشرفہا واصلہا وسنخہا الذات الالٰہیۃ المتعالیۃ عن الامکنۃ والاحیان والمشارق والمغارب، والجہات والاشارات، الجامعۃ بین الظہور والبطون والاولیۃ والآخریۃ، وسائر الاوصاف الکمالیۃ المتقابلۃ، فہی الشجرۃ المبارکۃ الزیتونۃ المضیئۃ لدار الوجود، کلما فی الکون فہو من شعبہ وفروعہ واقع فی ظل تربیتہ واشعۃ نورہ۔

درخت تو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس نے اپنے قائل کی طرف سے نورانی لباس پہنا ہے اور جو بندے کی زبان پر جاری ہے حقیقت حال کو ظاہر کرنے کے لیے۔

دوسری توجیہ (اس توجیہ کے تحت پانچ ذیلی توجیہات ہیں۔) حقیقت کے کعبہ کی طرف مختلف عقلی، نقلی اور کشفی راستوں سے چلنے والے باوجودیکہ ان کے لحاظ کے مقاصد جدا جدا ہیں اور ان کے الفاظ کے معانی مختلف ذوق کے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ وجود کا نور مالداری و تنگدستی اور شرافت و رذالت کے لحاظ سے مرتب مختلف مراتب پر فی الواقع موجود ہے موجودات میں سب سے اوّل، اشرف، اصل اور جڑ ذاتِ الٰہی ہے جو مکانوں، حیزوں، مشرقوں، مغربوں، جہتوں اور اشاروں سے بلند ہے ظاہروں، باطنوں، اوّلیت و آخریت اور تمام تقابلی صفات کمالیہ کی جامع ہے اور یہی مبارک درخت ہے جو دارِ وجود کو روشن کرنے والا ہے، جو کچھ اس عالمِ کائنات میں ہے وہ اس کا حصّہ (جزو) ہے اور اسکی شاخیں اس کی تربیت کے سائے اور اس کے نور کی شعاعوں میں واقع ہے۔

---

۱۶۲ فی ا، ط "شجہا"

وثانیہا کمالہ الحقیقی، ونورہ الذاتی اللازم لذاتہ المتحد معہ، والمندرج فیہ، غیر منفصل عنہ قطعاً، والموجب لظہور آثار الفیض فیما لایزال، والمبدء السابق للمعانی وانوار الفضل[62] من افق ازل الازال فہو کالزیت فی الزیتونۃ ویعبر عنہ، بالصفات الذاتیۃ، والتعلقات الازلیۃ، وعالم الفردانیۃ والتقدیر، والموسوم بالعنایۃ الازلیۃ والفیض الاقدس، وکمال الجلاء والوجود العقلی وہو المنظور فی کان اللہ ولم یکن معہ شی، وقولہ، کنت کنزاً مخفیا۔

وثالثہا کالمشتعل[63] وہو مبدء القیم لسلسلۃ الایجاد یختص بالتعلق بالعالم والمصدریۃ للآثار والمباشرۃ للفیض المذکور فی قولہ تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ

اور دوسرا۔ اس کا کمال حقیقی اور نور ذاتی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ لازم اور اس کے ساتھ متحد ہے اور اس میں درج ہے اس سے کبھی الگ نہیں ہوتا اور غیر زوال پذیر ہیں اس کے فیض کے آثار کے ظہور کا سبب ہے اور ازل الازال کے اُفق سے فضل کے انوار کے معانی کے لیے سب سے پہلا مبدا ہے پس وہ زیتونہ میں زیت کی مانند ہے اور اسکو صفات ذاتیہ، تعلقاتِ ازلیہ، عالمِ فردانیت اور تقدیر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا نام عنایت ازلی فیض اقدس، کمال تجلّی اور وجود عقلی ہے اور یہی مفہوم ہے آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اس ارشاد کا کہ " اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا" اور حدیثِ قدسی میں اللہ کے فرمان کا کہ "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا"۔

اور تیسرا۔ جیسے شعلہ حاصل کرنے والا۔ اور وہ مبدأ ہے ایجاد کے سلسلے کو قائم کرنے والا جس کا تعلق اس جہان کے ساتھ خاص ہے اور مختلف آثار کے صادر ہونے کی جگہ اور اس فیض کو جاری کرنے والا جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے "اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا"۔ اور یہ ان ناموں سے معروف

[62] فی ا، ط "انوار العقل"
[63] فی ا، ط "کالمصباح المشتعل"

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، ويعرف بعالم القضاء والجبر[65] والصفات الفعلية والتعلقات الحادثة ومرتبة التخليق والفيض المقدس، وكمال الاستجلاء، والنفس الرحمانی، وعند الفلاسفة بالعقول المجردة النورية الفعالة۔

ورابعها كالزجاجة المتلالئة يختص بكونها ذات جهتين، قبولها للفيض اسبق و اوفر، ومباشرتها التدبير بالعدها اظهر واكثر، فهي كالخدام الطالعة[66] وسائط الجود ومدبرات الامر وهم الملائكة والنفوس الفلكية وارباب الانواع، والارواح المجردة العلوية، والملاء الاعلى بحسب الاصطلاحات المُتَطَوِّرَة۔

وخامسها كالمشكوٰة طبقة مستفيدة منها متلمذة لها متكفة[67] اليهما كالموضوع

ہے عالم قضا و تسخیر، صفات فعلیہ، تعلقات حادثہ، مرتبہ تخلیق، فیض مقدس، کمال استجلاء اور نفس رحمانی۔ اور فلاسفہ کے ہاں عقول مجردہ نوریہ فعالیہ کے نام سے معروف ہے۔

اور چوتھا۔ جیسے چمکدار شیشہ جو دو جہتوں والا ہونے کے ساتھ خاص ہے اس کا فیض کو قبول کرنا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہے اور مابعد کی تدبیر کرنا زیادہ ظاہر اور اکثر ہے پس ان خُدّام (نوکروں) کی طرح ہے جو فرمانبردار اور سخاوت کے واسطے اور ذریعے ہیں اور معاملے کے منتظم ہیں اور وہی فرشتے، نفوس فلکی، ارباب انواع، ارواحِ مجردہ علویہ اور ملاء اعلیٰ ہیں مختلف اصطلاحات کے اعتبار سے ہیں۔

اور پانچواں مشکوٰۃ کی مانند ایک طبقہ ہے جو اس سے استفادہ کرتا ہے، اسکی شاگردی اختیار کرتا ہے اور اسکی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے جیسے موضوع اس کی صنعتوں کے لیے اور تختی اس کے کتابوں کے لیے اور یہی آسمانوں اور زمین

---

[65] فی ا،ط "التسخير"

[66] فی ا،ط "الطائعة"

[67] فی ا،ط "المتكفة"

لصناعاتهما واللوح لكتاباتهما[68] وهي الهيا كل الجزئية من السموات والارض وما في تقلباتهما و تصاريفهما من المواليد والنفوس البشرية والجنية وغيرها يجتمع فيها انوار فيضه وآثار جوده سبحانه وتعالى، وانت بعد هذا التعليق[69] كانك قوي على تخليص السلسلة لكل مذهب، وتشريح المناسبات لكل مطلب، والتصنّع[70] في تطبيق[71] بتبديل قرينة بنظيرها كما لا يخفى على من احاط بجوانب المرام، والتقن مقالات الفئام، ولعد ذلك طويت عن بقية الاحتمالات بساط الكلام حيث لم يساعد الحال والمقام، والتوكل على توفيق العلام المنعام۔

(ب) وثانيها قوله فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ بعد آية النور، الظاهر انه مما

کے جزی ڈھانچے ہیں اور انکی تبدیلیوں اور گردشوں میں پیدا ہونے والی اشیاء اور انسان اور جن وغیرھا کے۔ ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سخاوت کے آثار اور اس کے فیض کے انوار جمع ہوتے ہیں اور اس تعلیق کے بعد تو گویا ہر مذہب کے لیے اس سلسلہ کا خلاصہ نکالنے اور ہر مطلب کے لیے مناسب تشریح کرنے پر قادر ہے اور اسکی مثال کے ساتھ تطبیق میں قرینے کی تبدیلی کے ساتھ مختلف طریقے اختیار کرنے پر (بھی قادر ہے) جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جس نے مقصد کے تمام اطراف کا احاطہ کیا اور مختلف جماعتوں کے مقالے یاد کیے اور اس کے بعد میں باقی احتمالات سے اپنے کلام کی بساط لپیٹ لیتا ہوں کیونکہ حال اور مقام مناسب اسکی تائید نہیں کرتا اور سب سے زیادہ جاننے والے انعام کرنے والے اللہ کی توفیق پر بھروسہ کرتا ہوں۔

(ب) اور ان میں سے دوسری بات:

آیت النور کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ (گھروں میں اللہ

---

[68] فی ا، ط "لکتابتهما والصواب لکتاباتهما"

[69] فی ا، ط "هذا التلفیق"

[70] فی ا، ط "والتفنن"

[71] فی ا، ط "فی التطبیق"

اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر، بقولہ یُسَبِّحُ او ہو متعلق بہ، وقولہ فیھا تاکید ویحتمل تعلقہ، بالمشکوٰۃ بالاستقرار، وتطبیقہ، بعد ما مہدت من الوجوہ، ایضاً یسیر یعرف بادنی تامل، واما التعلق لقولہ یَھۡدِی اللّٰہُ وبقولہ علیم، فھو وان کان قریبا من حیث اللفظ، بعید من حیث المعنی، ومناسبتہ، بما سبق من حیث انہ سبب لحصول النور النفسی، وانکشاف النور الآفاقی، واما التشبیہ السراب والظلمات لاعمال الکافرین، فقد ذکر المفسرون انہ للتوزیع، اما باعتبار انھا ظلمات فی الدنیا سراب فی الآخرۃ واما باعتبار انھا کالسراب ان کانت حسنۃً وکالظلمات ان کانت قبیحۃً ثم علی التقدیر ان

نے اجازت دی) ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر (جس کا عامل تفسیر کی شرط پر محذوف کر دیا گیا) کے قبیل سے ہے اللہ کے ارشاد یُسَبِّحُ کی بنا پر یا یہ عبارت اس (یُسَبِّحُ) کے ساتھ متعلق ہے اور اس کا قول فِیۡھَا تاکید ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا تعلق مشکوٰۃ کے ساتھ ہو استقرار میں اور اسکی تطبیق بھی میری تمہیدی وجوہ کے بعد آسان ہے اور معمولی غور و فکر سے معلوم ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق اس کے قول یَھۡدِی اللّٰہُ کے ساتھ اور اس کے قول عَلِیۡمٌ کے ساتھ تو وہ اگرچہ لفظ کے اعتبار سے قریب ہے مگر معنی کے اعتبار سے دور ہے اور گزری عبارت کے ساتھ اسکی مناسبت اس حیثیت سے ہے کہ یہ ذاتی (نفسی) نور کے حصول اور آفاقی نور کے انکشاف کا ذریعہ ہے، اور رہا کافروں کے اعمال کو سراب اور اندھیروں کے ساتھ تشبیہ دینا تو مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ تقسیم کے لیے ہے۔ یا تو اس اعتبار سے کہ وہ دُنیا میں اندھیرے ہیں اور آخرت میں سراب ہیں۔ اور یا اس اعتبار سے کہ وہ اعمال اگر اچھے ہیں تو سراب کی مانند ہیں اور اگر بُرے ہیں تو اندھیروں کی طرح ہیں۔ پھر اس فرض و تقدیر پر کہ یہ

لکہ فی اط "مقامات"

يكون من قبيل تشبيه المفردات بالمفردات ذكرت وجوه اعرضها عليك ؛

فمنها للامام حجة الاسلام الدنيا بحر الخطايا[۳ک] والمهلكات، والقوة الشهوية موج منها، والغضبية موج ثان تكون في الاغلب متولية على الشهوية، والاعتقادات الباطلة والظنون الخبيثة سحاب متراكم يحجب الكافر عن معرفة اظهر الامور الحاضرة، بين يديه من ادلة الالهيات، والنبوات، والاعتبار بزوال الدنيا۔

ومنها للشيخ عبدالرزاق الكاشي في تاويلاته الهيولى بحر مظلم تغشيه موجا الطبيعة الجسمانية والنفس النباتية[۳ک] فوقه سحاب النفس الحيوانية۔

مفرد کی مفرد کے ساتھ تشبیہ کے قبیل سے ہوئیں نے کئی وجوہ ذکر کی ہیں، انھیں تیرے سامنے پیش کرتا ہوں:

(تشبیہات کی وضاحت کے لیے چھ توضیحات بیان کی گئی ہیں)

پس ان وجوہ میں سے، امام حجۃ الاسلام کی بیان کردہ ہے کہ یہ دُنیا ہلاکتوں اور خطاؤں کا سمندر ہے اور قوۃ شہوت اس کی ایک موج ہے اور غصّے کی قوت دوسری موج ہے جو اکثر قوۃِ شہویہ پر غالب رہتی ہے اور باطل عقیدے اور بُرے خیالات وگمان تہ بہ تہ بادل ہیں جو کافر کو ان ظاہر ترین اُمور کی معرفت سے رُوک رکھتے ہیں جو اسکے سامنے موجود اور حاضر ہیں یعنی الٰہیات اور نبوتوں کے دلائل اور دُنیا کے زوال سے عبرت حاصل کرنا۔

اور ان میں سے شیخ عبدالرزاق کاشی کی ان کی تاویلات میں توجیہ ہے کہ ہیولیٰ ایک تاریک سمندر ہے جسے طبیعت جسمانی اور نفس نباتی کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہے ان کے اوپر نفس حیوانی کا بادل ہے۔

۳ک فی ا، ط "الخطائر"

۳ک ن "النابتية"

ومنها للمولى نظام الدین النیساپوری رحمہ اللہ، البحر حب الدنیا، یغشاہ موج الریأ فوقہ موج طلب الجاہ، من فوقہ سحاب الشرک الخفی۔
ومنہا لبعض المعاصرین الظلمۃ الطبیعۃ النفس الامارۃ وعناصر الخلق کالبحر، وظلمۃ الکفر موج اوّل، وظلمۃ المعاصی موج ثانٍ وہما متولدان من تولد الموج من البحر، وظلمۃ قرناء السوء المضلین سحاب علیہا۔
ومنہا علی تقریر الحجۃ البالغۃ، والبدور البازغۃ، الحجب المانعۃ من ظہور نور الفطرۃ، واقتباس فیض النبوۃ، ثلاثۃ حجاب الطبع، والرسم، وسوء المعرفۃ، والربع من نفوس خبیثۃ شیطانیۃ لہم لمۃ شر بابن آدم، تزین لہم سوء اعمالہم وتُسوِّل منہم طریق الغیّ۔

اور ان میں سے مولیٰ نظام الدین نیساپوریؒ کی توجیہ ہے دُنیا کی محبت سمندر ہے جس کو ریا، (دکھلاوے) کی موج نے ڈھانپ رکھا ہے اس کے اُوپر مرتبے کی طلب کی موج ہے اس سے اوپر شرکِ خفی کا بادل ہے۔
اور ان میں ایک توجیہ بعض ہم عصروں کی ہے کہ مخلوق کے عناصر اور نفسِ امّارہ کیلیے طبعی تاریکی سمندر کی مانند ہے اور کفر کی تاریکی پہلی موج ہے اور گناہوں کی تاریکی دوسری موج ہے اور یہ دونوں سمندر سے موج کے پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہیں گمراہ اور بُرے ساتھیوں کی تاریکی اس پر بادل ہے۔
اور ان میں سے حجۃ اللہ البالغہ اور بدور البازغہ کی تقریر پر توجیہ ہے کہ وہ پردے جو فطرت کے نور کے ظہور اور نبوّت کے فیض کے حاصل کرنے سے مانع ہیں۔ تین پردے ہیں۔ طبیعت، رسم اور بُری معرفت اور چوتھی چیز شیطان فطرت خبیث لوگ جو انسان کے لیے ایک بُرائی کی چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں۔ انسانوں کے لیے بُرے اعمال کو خوبصورت کرتے ہیں اور ان کے لیے گمراہی کا راستہ برابر کرتے ہیں۔

---

۵ ٧ ف فی ا، ط "لہم"

ومنها ظلمة البحر الكفر الجامع لجميع الشنائع والقبائح، امواجه، ما اتلفوه من حقوق الله سبحانه، جرءة عليه وتمردا۔

الاوّل: ترک الاوامر۔

والثّانی:۔ اقتراف المناہی، والسحاب الغاشی له مظالم العباد، فان الظلم ظلمات یوم القیامة۔

وعن ابی بن کعب للکافر ظلمة قوله، وعمله، ومدخله، ومخرجه، ومصیره، وعلیٰ ہذا لمنہج ینبغی ان یقاس غیر ذٰلک وہا انا اساعدک تفحص[76] ممعن، ثم اُلقی الزمام فی یدیک، تسیر به الیٰ حیث شئت وتؤثر منہا ما اثرت۔

فاقول: اصول ظلمات النفوس خمسة، ظلمة المادة القابلة لہا، والظلمة العارضة

اور ان میں سے یہ توجیہ ہے کہ سمندر کی تاریکی وہ کفر ہے جو تمام برائیوں اور قباحتوں کو جامع ہے اور اس کی موجیں وہ ہیں جو اللہ سبحانہ کے حقوق کو دیدہ دلیری اور سرکشی سے ضائع کرتے ہیں۔

(اللہ سبحانہ، کے حقوق کے تلف کے دو امر ہیں)

پہلا۔ اوامر (حکموں) کا ترک کرنا۔

دوسرا۔ ممنوع کاموں کا ارتکاب کرنا، اور اس کو ڈھانپنے والا بادل بندوں کے مظالم ہیں کیونکہ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

اور حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ کافر کے لیے اس کے قول، عمل، داخل ہونے، باہر نکلنے اور ٹھکانے کی تاریکی اور اندھیرا ہوگا اور اسی طریقہ پر دوسری چیزوں کو قیاس کیا جائے اور سنو میں گہری تحقیق و تفتیش میں تیری مدد کروں گا پھر لگام تیرے ہاتھ میں ڈال دوں گا۔ اس کے ساتھ تو جہاں چاہے چلے اور جسے تو ترجیح دینا چاہے دے۔

پس میں کہتا ہوں، نفوس کے اندھیروں کے اصول پانچ ہیں۔ اس مادہ

---

[76] فی ا، ط "کذا والصواب عندی لفحص"

عليها، والظلمة المجاورة المشهودة[77] بها، والظلمة المجاورة الغائبة عنها، والظلمة الغاشية

المظلة عليها، ولكل منها طبقات وعرض عريض ؛

اما ظلمة المادة القابلة فطبقاتها ظلمة البدن الساتر لوجه الروح الحاصر لها في غسق[78]

الهيولى، والعناصر المظلمة الجمادية المتجاذبة، ثم ظلمة الاغذية الخبيثة المحرقة[79] المانعة من

القيام في حضرة القرب والانس، والمولدة للاخلاق الردية، ثم ظلمة الفضلات والرطوبات

المنتنة المانعة من الطهارة ثم ظلمة الاخلاط النيئة، والمحرقة البعيدة عن الاعتدال، المولدة

للامراض الشاغلة[80] من المرة المطيشة[81] والسوداء الموحشة، والبلغم المبلد، والدم الغليظ،

ڈمیٹریل) کا اندھیرا جو اس کو قبول کرنے والا ہے اور وہ اندھیرا جو اس پر طاری ہونے

والا ہے اور وہ اندھیرا جو اس سے ملا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ظاہر ہے اور وہ

اندھیرا جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہے لیکن اس سے چھپا ہوا ہے اور وہ اندھیرا جس نے

اس کو سائے کی مانند ڈھانپ رکھا ہے اور ہر ایک کے لیے کئی طبقے اور لمبی چوڑی بحث ہے۔

بہر حال قبول کرنے والے مادہ کی تاریکی تو اسکے طبقات یہ ہیں بدن کی تاریکی جو

روح کے چہرے کو چھپائے ہے اور اُسے ہیولیٰ اور عناصر کے اندھیرے میں روکے ہوئے

ہے اور تاریک، جامد اور جذب کرنے والی ہے۔ پھر خبیث (ناپاک) غذاؤں کی تاریکی

ہے جو جلانے والی اور قرب وانس کی بارگاہ میں قیام سے مانع اور ردّی اخلاق

پیدا کرنے والی ہے۔ پھر فضلات اور بدبو دار رطوبات کی تاریکی ہے جو پاکیزگی سے

مانع ہے پھر کچّی اور جلی ہوئی خلطوں کی تاریکی ہے جو اعتدال سے دُور ہے اور دائمی

---

[77] فی ا، ط "لها"

[78] فی ا، ط "کذا والصواب ماهنا"

[79] فی ا، ط "المحرمة"

[80] ن "المشاغلة"

[81] ن "المطيشة"

ثم ظلمة الدخانات والبخارات المظلمة المشوشة للارواح وافاعيلها، فهذه الظلمات وان كانت مطردة فی عامة البشر ولکن النجاۃ منها واقعة، اما بالطبع فلانبیاء الذین نفوسهم قویة صافیة نیرة غیر محصورة تحت اسر البدن، فمن ثمہ تسع الاطراف المتجاذبة، وتحاذی المبادی الفیاضة بمرئتها[۸۲] من غیر حجاب، فتتلقی[۸۳] علوماً من غیر واسطة، وتفعل فی هیولی غیر ابدانها کما تفعل فی ابدانها، واما بالکسب فلمرتاضین الکاسرین لسوراتها، المعوذین[۸۴] النفس فی الجلباب حیاتها، حالة الانفکاک عنها حتی یکتسی العناصر کسوۃ المثال، وتصدر منها

بیماریوں کو پیدا کرنے والی ہے جیسے جوش دینے والا صفرا، دہشت ناک سودا، پرانا اور گندا بلغم اور گاڑھا خون۔ پھر دھوئیں اور ایسے بخارات (بھاپوں) کی تاریکی جو سخت تاریک اور روحوں اور ان کے افعال کو پریشان کرنے والے ہیں پس یہ اندھیرے اگرچہ عام انسانوں میں مجموعی طور پر پائے جاتے ہیں تاہم ان سے نجات کا وقوع ہے یا تو طبیعت کے سبب سے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے لیے جن کے نفوس قوی، صاف روشن ہوتے ہیں اور بدن کی قید میں بند نہیں ہوتے اسی وجہ سے وہ مختلف تجاذب والی اطراف کی گنجائش رکھتے ہیں اور وہ اپنے آئینہ کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ اور پردے کے فیض پہنچانے والے مبادی کے مقابل ہوتے ہیں اور بغیر واسطہ کے علوم حاصل کرتے ہیں اور دوسرے بدنوں کے ہیولیٰ میں ایسے ہی اثر کرتے ہیں جیسے اپنے ابدان میں۔ اور یا کسب (محنت) سے حاصل ہوتی ہے جیسے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کی تیزی اور غلبے کو توڑنے والے اور نفس کو اپنی زندگی کے لباس (اوڑھنی) میں لوٹانے والے (پناہ دینے والے) جب ان سے جدا ہو یہاں تک کہ عناصر مثال کے لباس

---

۸۲ ن "بمرائیھا"

۸۳ ن "فیتلقی"

۸۴ ن "الموذین"

آثار خارقة، من عدم مزاحمة الابعاد والاجسام والحركات الغير المعتادة والكف عن المیل الطبعی وغیرہا، وتقدر علی الاقلاع عن خواصہا ومقتضیاتہا اقلاعاً معتدا بہ، واما بالتقلید، فلاہل القلب السلیم المجبولین علی الایمان بالغیب کحال الاکمہ[۸۵] یصدق لاہل الابصار، حتّٰی اذا فارقوا ابدانہم، التحقوا بہم، ووجدوا ما وعدہم ربہم حقا۔

واما الظلمۃ العارضۃ لہا فہی القویٰ وآثارہا، اما القویٰ فطبقاتہا القویٰ الطبیعیۃ الطالبۃ للجوع والعطش والنوم والشبق، ودفع الحر والقر، ورذیلتہا الکسل عن الطاعات، والجزع عند تحمل مشاقہا، وترک مالوفاتہا، ثم القویٰ الحیوانیۃ من الشہوۃ والغضب، رذیلتہا[۸۶] الانہماک

پہن لیتے ہیں اور ان سے خلاف عادت نشانات صادر ہوتے ہیں۔ ابعاد اور اجسام کی مزاحمت کے نہ ہونے سے اور غیر عادی حرکات سے اور طبعی میلان سے رُک جانے وغیرھا سے اور یہ قادر ہوتے ہیں۔ ان کے خواص اور مقتضیات کو کافی حد تک اکھاڑ پھینکنے پر۔ اور یا تقلید سے جیسے قلب سلیم رکھنے والے جن کی فطرت اور جبلت میں ایمان بالغیب ڈال دیا گیا ہے جیسے اندھے شخص کی طرح جو آنکھوں والے لوگوں کی تصدیق کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنے جسموں سے جدا ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ مل جاتے ہیں اور جو ان کے رب نے ان سے وعدہ کیا ہے اسے ثابت اور برحق پاتے ہیں۔

بہر حال وہ تاریکی جو اس کو عارض ہوتی ہے تو وہ قویٰ اور ان کے آثار ہیں۔ قویٰ کے کئی طبقات ہیں طبعی قویٰ جو بھوک، پیاس، نیند، غلبہ شہوت، گرمی اور سردی سے دفاع کے طالب ہیں اور ان میں سے رذیل اور گھٹیا قویٰ جو عبادات سے سستی اور مشقتوں کے برداشت کرنے سے اور اپنی پسندیدہ چیزوں کے چھوٹ جانے پر بے صبری کا اظہار کرتے ہیں پھر حیوانی قویٰ ہیں جیسے شہوت اور غصہ ان کی رذیل باتیں لذتوں کے پورا

---

۸۵ ن "الاکمہ"

۸۶ ن "رذیلتہا"

في العسى[56] الى استيفاء اللذات، وحب الترفع والجاه والمال، على فنون لا تحصى، ثم القوى النفسانية من الوهم والخيال، رزيلتها[57] الاعتقادات الباطلة والشكوك واستحسان المنكرات وقياس الغائب على الشاهد، واحداث الاحوال المولمة من خوف الروى والغرور بالمزخرفات، والياس، وطول الامل، واستحقار[60] الامور المهمة في المال وغير ذلك، واما آثارها فطبقات ايضاً اخبثها الاعتقادات الخبيثة، ثم الاخلاق الرزيلة، ثم العادات الفاضحة، ثم الاعمال القبيحة، ثم الدواعي الدينة، والنيات الفاسدة، ثم الهواجس والخطرات الواهية، فهي تورث على القلب ريناً وسواداً[59] وظلمة كما ورد به الكتاب والسنة۔

کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مشغول ہو جانا، رفعت، مرتبے اور مال کی محبت ایسے طریقوں پر جو گنے نہیں جا سکتے پھر نفسانی قوٰی وہم اور خیال ہیں ان کی رذیل باتیں یہ ہیں جھوٹے عقیدے، شکوک، بُری چیزوں اور کاموں کو اچھا سمجھنا، غائب کو حاضر پر قیاس کرنا ہلاکت کے ڈر سے دردناک حالات پیدا کرنا اور ملمع کی ہوئی چیزوں پر دھوکہ میں مبتلا ہونا ناامیدی، لمبی امیدیں باندھنا اور جو امور انجام کے لحاظ سے اہم ہیں ان کو حقیر جاننا وغیرہ۔

اور ان کے آثار تو ان کے بھی کئی طبقات ہیں۔ ان میں سے سب سے ناپاک طبقہ خبیث (ناپاک اور گندے) عقیدے، گھٹیا اخلاق، ذلیل عادتیں، بُرے اعمال، کمینہ فکریں اور خراب ارادے، پھر بے ہودہ خیالات اور سوچیں۔ یہ چیزیں دل پر زنگ، سیاہی اور تاریکی پیدا کرتی ہیں جیسا کہ کتاب و سنّت میں اس بارہ میں وارد ہوا ہے۔

---

[56] فی ا، ط "فی السعی"

[57] ن "زریتها"

[59] فی ا، ط "سودار"

[60] فی ا، ط "استجار"

واما الظلمة المجاورة المشهودة، فجنود القوى الجاذبة، لا عنتها المثيرة لنقعها، المخلدة بها الى الارض من مستلذات المطاعم، والملابس، والمناكح، والمراكب، والاموال، والاقارب، والاصدقاء، والاعداء، والآباء المقلدين، والاولاد المحبوبين المامولين فظلمة هٰؤلاء انما تنشأ من اولٰئک القوی، وعند صلاح الباطن يصير الجميع معارج الحسنات، كما جاء، نعم المال الصالح للرجل الصالح، او كذٰلک، فقد ورد في جميعها من المرأة الصالحة، والولد الصالح وصحبة[۱۰۹] الصالحين ومرابط[۱۱۰] الفرس وغير ذٰلک ما بسطه يفضى الى التطويل طويلٍ، واما ظلمة المجاورة الغائبة، فالشياطين المقيضون ولهم طبقات، منهم الساعی فی فک النظامات، وفساد الارتفاقات، ومنهم النفوس الدجالية، الساعية فی ابطال الملل

اور نفوس کے ساتھ ملی ہوئی تاریکی جو ظاہر ہے تو وہ ان قویٰ کے لشکر ہیں جو اس کی لگاموں کو کھینچنے والے اور اس کی گرد و غبار اڑانے والے، اسے ہمیشہ زمین کی طرف (پست) رکھنے والے یعنی لذیذ کھانوں، لباسوں، نکاحوں (بیویوں)، سواریوں، مالوں، رشتہ داروں، دوستوں، دشمنوں اور ان آباء و اجداد سے جن کے یہ پیروکار ہیں اور اس اولاد سے جو ان کو پیاری ہے اور ان سے امیدیں وابستہ ہیں انکی تاریکی ان قویٰ سے پیدا ہوتی ہے لیکن باطن کے درست ہو جانے سے یہ سب چیزیں نیکیوں کی سیڑھیاں (کے درجات) بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ (حدیث میں) آیا ہے۔ اچھا مال نیک آدمی کے لیے کیا خوب ہے، یا اسی طرح کے اور ارشادات نبویہ، اور نیک عورت، نیک اولاد، نیک لوگوں کی مجلس اور فی سبیل اللہ جہاد کے لیے گھوڑوں کے اصطبل وغیرہ، ان سب چیزوں کے بارہ میں (حدیث میں) آیا ہے جس کی تفصیل بہت زیادہ لمبی چوڑی ہے۔

اور وہ ساتھ ملی ہوئی تاریکی جو غائب ہے تو وہ شیطان ہیں جو انسانوں پر مقرر کیے ہوئے ہیں اور ان کے کئی طبقات ہیں بعض ان میں سے نظم و نسق کو توڑنے اور ارتفاقات

---

۱۰۹ فی ا، ط "مجبة"

۱۱۰ ن "مرابطة"

والعقائد الحقۃ، ومنہم النفوس الفرعونیۃ الطالبۃ للتالہ والاستعباد، الفتانون للناس بالافعال الغریبۃ والاخبار الآتیۃ، والترہیب بالقتل، والفتک وغیر ذٰلک، ومنہم جزئیۃ مغرون علی عمل عمل، او قوۃ قوۃ، او شخص شخص، ومنہم کلیۃ محرشون علی قوم او اقلیم، او ملۃ، واصلہم ورئیسہم ابلیس، وعنصرہ الحقیقۃ المنعقدۃ فی المثال، من تمثل الشرور ہناک تکسیہ[۹۲] کسوۃ سبوغ، وقوۃ تلقی علوماً تخالف العلوم الانسانیۃ، وافسادہم من قبیل التسویل، والتزئین من تسخر وتصرف فی القوی وتحسین، وتمویہ لجنودہا کما قال من جل شانہ، وعز برہانہ، وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ، وحکی انہ، قال وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ

کو خراب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ دجّال صفت لوگ ہیں جو صحیح مذاہب اور سچّے عقیدوں کو جھوٹا قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں بعض فرعون صفت نفوس ہیں جو لوگوں کو اپنا غلام اور عبادت کرنے والا بنانے کی طلب کرتے ہیں انوکھے کاموں، آئندہ کی خبروں قتل اور مار ڈالنے کی دھمکی وغیرہ چیزوں سے لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں۔ کچھ ان میں سے اکیلے اور جزوی طور پر اُبھارنے کا کام کرتے ہیں ایک ایک عمل یا ایک ایک قوۃ یا ایک ایک شخص پر (یعنی الگ الگ) اور کچھ ان میں سے مجموعی اور کلّی طور پر کسی قوم، ملک یا ملّت کو برباد (زخمی) کرتے ہیں۔ ان کا اصل اور سردار ابلیس ہے جس کا عنصر وہ حقیقت ہے جو عالم مثال میں منعقد ہے برائیوں اور شرارتوں کے تمثل (ارتکاب) سے وہاں پر اس کو مکمل لباس نے اور ایسی قوت نے جس نے ایسے علوم حاصل کیے ہیں جو علومِ انسانیہ کے خلاف ہیں ڈھانپ رکھّا ہے اور انکی بربادی وخرابی پھیلانا اس قبیل سے ہے قویٰ میں تصرف کرکے اور انھیں مسخّر کرکے برائی کو خوب صورت اور اچھا کرکے دکھانا اور اپنے لشکروں کو شاباش دینا اور انھیں چمکانا، جیسا کہ اس ذات نے فرمایا ہے جس کی شان بزرگ ہے اور جسکی دلیل غالب ہے۔
"اور نہیں تھا اس (شیطان) کے لیے ان پر کوئی غلبہ" اور اس شیطان

۹۲ے فی ا،ط "المکتسبۃ"

اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِىْ، فہی معتمدۃ علی السابقین[٩٣] ناشیۃ منہما، غاشیۃ لہما متصلۃ بہما؛

واما الظلمۃ المظللۃ علیہا فشیون من التجلیات وفنون[٩٤] من المعاملات الالٰہیۃ، کالصورۃ القہریۃ المشار الیہا فی قولہ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وکالاحتجاب المذکور فی قولہ تعالیٰ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ، وکالمکر والخداع الواقع فی قولہ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وقولہ وھو

کے قول کو نقل کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"اور نہیں تھا میرے لیے تم پر کوئی غلبہ، مگر یہ کہ میں نے تمھیں دعوت دی پس تم نے میری بات قبول کر لی۔"

یہ قوس پہلے دونوں طبقوں پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پیدا ہوتے ہیں انکو ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور وہ تاریکی جو ان پر سایہ کیے ہوئے ہے وہ تجلیات کے شیون اور معاملاتِ الٰہیہ کے فنون ہیں جیسے قہری صورت جس کی طرف اس ارشادِ باری میں اشارہ کیا گیا ہے:

"اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا۔"

جیسے پردہ میں ہونا جو اس فرمانِ الٰہی میں مذکور ہے:

"ہرگز نہیں بیشک وہ اپنے رب سے اس دن روکے ہوئے (پردے میں) ہونگے۔"

تدبیر کرنا اور خدع کرنا جو اس قول میں واقع ہے:

"اور وہ ان سے خدع کرنے والا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

---

٩٣ فی ا، ط "السابقتین"

٩٤ فی ا، ط "صنوف"

خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ وکالاستدراج والاملاء، فی قولہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ، وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ۔ وَيَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ وکالاستغناء فی قولہ تعالیٰ وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ، والاضلال فی قولہ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ۔ والعداوۃ فی قولہ تعالےٰ اِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ، والانتقام فی قولہ تعالیٰ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ الی غیر ذٰلک، ووراء ہا مراتب القدر

"اور وہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔"

ڈھیل دینا اور مہلت دینا ۔ اللہ کا فرمان:

"ہم انکو بتدریج لیے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔"

"اور میں انکو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر مضبوط ہے۔"

"اور ان کو چھوڑتا ہے ان کی سرکشی میں وہ حیران ہیں۔"

استغناء ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور انھوں نے منہ موڑا اور اللہ بے پروا (مستغنی) ہے۔"

گمراہ کرنا ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"اور نہیں گمراہ کرتا اس کے ساتھ مگر نافرمانوں کو۔"

دشمنی رکھنا ۔ ارشاد باری تعالیٰ:

"بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا۔"

اور بدلہ لینا ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

"پس تو نہ گمان کر اللہ کو اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ خلافی کرنے والا، بے شک اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔" و،

دغیر ذٰلک ۔ اور اس کے علاوہ قدر و قضاء کے اجمالی اور تفصیلی مرتبے ہیں۔

والقضاء اجمالاً وتفصیلا اصلہا سلطنت الاسماء الجلالیۃ التی ہی مبادی تعینات الممکنات،
ثم توزیعہ الاستعدادات الصنفیۃ والفردیۃ ثمہ، وثم کما اشیر الیہا فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
اللہ خلق خلقہ فی ظلمۃ، وفی اخذ المیثاق وکتابۃ الملک، الشقاوۃ والسعادۃ، عند نفخ الروح
وقولہ تعالی وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ، الی سائر ما ذکر من ذلک فی
بابہ، ویلحق[95] بہا النحوسات السماویۃ علی تفصیل فاصل، فتلک ظلمات[96] نافذۃ علیہم، محیطۃ
بہم، ماضیۃ فیہم۔
وبعد ہذا البسط، فانت مخیر، تختار ہذہ الطریقۃ المرتبۃ، او تاخذ من کل قسم جزءً، ومن
قسم واحد طبقات او من طبقۃ افراداً فاعرف وتنبہ، لان المذکور فی الآیۃ مطابقۃ وتضمناً و

جن کا اصل ان جلالی ناموں کی سلطنت (غلبہ) ہے جو ممکنات کے تعین اور تشخص
کے مبادی ہیں پھر اسکی تقسیم صنفی اور شخصی استعدادوں میں۔
پھر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تحقیق
اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور روح پھونکنے کے وقت فرشتے کا اس
کا بدبخت ہونا اور نیک بخت ہونا لکھ دینا اور پختہ وعدہ لینا (ان میں بھی اس کی
طرف اشارہ ہے۔) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"اور لیکن ثابت ہو چکی ہے بات مجھ سے کہ میں ضرور دوزخ کو بھروں گا۔"
اور اس باب میں اس قسم کی باقی باتیں جو ذکر کی گئی ہیں وغیرہ۔ اور اسی
سے آسمانی نحوستیں ملحق ہیں پوری تفصیل کے ساتھ۔ پس یہ اندھیرے اور تاریکیاں ہیں
جو ان پر نافذ ہیں ان کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان میں جاری ہونے والی ہیں۔
اور اس تفصیل کے بعد تجھے اختیار ہے چاہے تو اس مرتب طریقہ کو اختیار کرے
یا اس کی ہر قسم سے ایک جزء لے یا ایک قسم کے طبقات لے لے یا ایک طبقے

---

۹۵ فی ا، ط "یلتحق"
۹۶ فی ا، ط "الظلمات"

ان لم یکن الا اربع ظلمات فبالالتزام العادی ههنا ظلمة خامسة، ہی ظلمة اللیل، فان تراکم الظلمات، واشتدادها یکون باللیل، وامثلة الظلام تعتبر فیه کما فی قولہ تعالیٰ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا وقولہ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ وہی حقیقة بالتکون[٩٧] الظلمة الهیولانیة البدنیة المشترکة فی النّاس قاطبة کما ان تمثیل النور تعتبر فی اللیل ایضاً، والاستصباح بالسراج انما یکون باللیل، فافهم واللہ اعلم۔

ولقد اذکر فی تفسیر آیة النور، اشار الیہ والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی کتابہ الهمعات، ہی اوفق الوجوه، بلسان الشریعة، وحقیقتها، واطبق بالآیة، وانسب بمقابلة آیة الظلام حیث کانت تشبیهاً لاعمال الکفار۔

کے افراد لے لے۔ لیکن جان لو اور آگاہ رہو کہ آیت کے اندر مطابقی اور تضمنی طور پر اگرچہ چار ظلمات کا ذکر ہے لیکن یہاں پانچویں ظلمت (تاریکی) بھی عادۃً التزامی طور پر مذکور ہے اور وہ رات کی تاریکی ہے کیونکہ تاریکیوں کو تہ بہ تہ جمع ہونا اور شدید تر ہونا عموماً رات کے وقت ہوتا ہے اور انکی مثالیں زیادہ تر اسی میں معتبر سمجھی جاتی ہیں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی" اور ارشاد ربانی "یا اس شخص جیسی جو آسمان سے برسنے والی بارش میں ہو"، اور یہ حقیقتاً بدنی جسمانی تاریکی سے جو تمام لوگوں میں مشترک ہے بنتی ہے جیسا کہ نور کی مثال کو بھی رات میں ہی اعتبار کیا جاتا ہے اور چراغ سے روشنی حاصل کرنا بھی رات کو ہی ہوتا ہے۔ پس غور سے سمجھو اور اللہ سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

اور میں آیت النور کی وہ تفسیر ذکر کرنے لگا ہوں جس کی طرف میرے والد مرحوم نے اپنی کتاب ہمعات میں اشارہ کیا ہے اور جو سب سے زیادہ شریعت کی زبان اور اس کی حقیقت کے ساتھ موافق اور آیت کے ساتھ مطابق اور آیت الظّلام کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہے جو کفار کے اعمال کی تشبیہ میں بیان کی گئی ہے۔

---

٩٧ ن "بان یکون"

واجمالها ان للشریعة قبل ظهورها فی الناسوت وجوداً فی الملاء الاعلیٰ تتعلق بها استحسانهم[98] وھممھم من حیث الانس والرضا، والحکم لمن تمسک بها بالفوز والقرب والهدیٰ وکونہ شعاراً لمن اتبع رضوان اللہ وکان من حزبہ فی تلک الدورة فھی لطول رسوخها، فی مدارکھم ووفور اعتنائهم بها تکتسب قوة غیبیة بها تقع سبباً للجزاء فی الدنیا والآخرة وتکتسی کسوة نورانیة، فتعمل مع التجلیات التی تلک الاعمال ظلالها والمعانی، التی ھی مظانها، عمل الصورة الذھنیة مع المعلوم، وھذا المعنی ھو الفاصل بین الشریعة الالھیة والحکمة الخلقیة، وبحسب تغیر ھذا الوجود یتبدل تعبیرات الانبیاء علیھم السلام بالشرائع، فھم انما یحکمون[99] بقولھم حق وباطل، وحلال وحرام، ومباح وواجب،

اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ شریعت کے لیے عالمِ ناسوت میں ظاہر ہونے سے پہلے ملاء اعلیٰ میں انس و رضا کی حیثیت سے ایک وجود ہے جس کے ساتھ انکے استحسان اور ہمتیں (قصد و ارادے) متعلق ہوتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اس کے لیے کامیابی، قربِ الٰہی اور ہدایت کے حاصل ہونے کا حکم ہے اور یہ ان لوگوں کا شعار (نشان) ہے جنھوں نے اللہ کی رضاء کی پیروی کی اور وہ اس گردش میں اس کی جماعت اور اس کے گروہ میں سے ہوگئے پس وہ ان کے عقول میں اپنے طویل رسوخ اور انکی زیادہ توجہ کی وجہ سے ایک غیبی قوت حاصل کرلیتی ہے جو دُنیا و آخرت میں جزاء کا سبب بنتی ہے اور ایک نورانی لباس پہن لیتی ہے جس کی وجہ سے وہ ان تجلیات کے ساتھ کام کرتی ہے۔ یہ اعمال جن کے عکس ہیں اور وہ معانی جو ان کے مقام و محل ہیں وہ صورۃ ذہنیہ کا معلوم کے ساتھ عمل ہے اور یہی معنی شریعتِ الٰہیہ اور حکمتِ خلقیہ میں حدِ فاصل ہے اور اس وجود کے بدلنے کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کی تعبیریں بدلتی رہتی ہیں اور وہ اپنے فرمان سے فیصلہ فرماتے ہیں کہ یہ حق ہے اور وہ باطل، یہ حلال اور وہ حرام، یہ مباح اور وہ واجب، یہ سب اسی وجود سے

---

[98] فی ا، ط "استحسانہم"
[99] فی ا، ط "یحکون"

عن هذا الوجود، وبالجملة فيها كلها فى الابدان تكون كزجاجة متلالية فى المشكوٰة، يترشح فيها زيت من قبل ہمم الملأ الاعلیٰ وبرکاتہم، تکاد تضیئ بتنویر الباطن والقاء السکینة، ولو لم تمسسہ نار، ماخوذ من زیتونة طبقة العلیین والندی الاعلیٰ فی ارض حظیرة القدس، لاشرقیة ولاغربیة، یتوقد منہ نور عظیم من حب اللہ تعالیٰ ورضوانہ، کالمصباح کما اشیر الیہ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حکایة ماتقرب الیّ عبد لشیٔ احب الیّ من اداء ما افترضت علیہ، ولایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیّٰ احبتہ... الخ۔ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم حکایة من اتانی یمشی اتیتہ، ہرولة، فیکون ذٰلک وجودا ساباغاربانیا وکسوة نورانیة الٰہیة، معتمدة علی

ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ اجسام میں ان کی اشکال مشکوٰۃ میں چمکدار زجاجہ کی مانند ہیں جو ملاء اعلیٰ کے ہموم اور برکات کے تیل سے مترشح (چھڑکاؤ کیا جاتا ہے) ہوتا ہے اور قریب ہے کہ وہ باطن کے نور اور سکینت و تسلّی کے القاء سے روشن ہو جائے۔ چاہے اسے آگ نہ چھونے پائے۔ وہ آگ جو علیین کے طبقہ سے اور حظیرۃ القدس کی سرزمین مجلس اعلیٰ کے ہم نشینوں کے زیتونہ سے حاصل ہو جو نہ شرقی ہیں اور نہ غربی، اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا و خوشنودی کا نور عظیم روشن ہوتا ہے۔ یہ مصباح کی مانند ہے جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی کو نقل کرتے ہوئے کیا گیا کہ کسی بندہ نے میرا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جو میرے ہاں ان فرائض کی ادائیگی سے جو میں نے اس پر فرض کیے ہیں زیادہ محبوب ہو اور بندہ مسلسل نفلی عبادات سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں... الخ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نقل کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کی طرف تیز تیز قدموں کے ساتھ آتا ہوں۔"

پس یہ ایک مکمل ربانی وجود اور اللہ تعالیٰ کے نور کا ایک لباس بن جاتا ہے جو روح

الروح، اعتماد نار الطوی علی الشجرۃ، من کرائم تجلیات الحق، وملکوتہٖ ۱۶۱ واللہ سبحانہٗ اعزّ و اکرم واحق واحکم۔

(ج) وثالثها لما انتہیت بالکلام فی تفسیر آیتی النور والظلام الی حیث کاد ینفصم علیہ سلک النظام وینقبض عندہٗ رضیع اللسان بالانفطام، اجبت ان لا ابرح حتی اشیر الی رمزۃٍ، مما رسمہ نقاد اہل التحصیل الذین لہم فرط عنایۃٍ بالتعمق، فی لجۃ التوجہ ۱۶۲ والتاویل ورسوخ قدمٍ فی سبیل الجرح والتعدیل، والذین حرفتہم شق شعرات الدقائق بنصال الفکر الاصیل، و صنعتہم شد شاردات الرقائق بخیال الترکیب والتحلیل، لما رجوتُ فی ذٰلک وجوہًا من النفع

پر اس طرح اعتماد اور سہارا کرتا ہے جیسے طوٰی کی آگ درخت پر۔ جو حق تعالیٰ کی اعلیٰ تجلّیات اور اس کی ملکوت سے ہے اور اللہ سبحانہٗ، سب سے زیادہ عزت والے، کرم والے، سچّے اور حکمت والے ہیں۔

ج۔ تیسری تفسیر: جب مَیں نے آیت النور اور آیت الظلام کی تفسیر میں یہاں تک کلام ختم کیا جہاں سے قریب تھا کہ نظام کی لڑی ٹوٹ جائے اور زبان کا دودھ پینے والا یہاں دودھ چھڑانے کے عمل سے پریشان ہو جائے تو مَیں نے پسند کیا کہ مَیں پیچھے نہ ہٹوں یہاں تک کہ اس نشان کی طرف اشارہ کر دوں جسے ان اہلِ علم ناقدین نے نشان زدہ کیا ہے جنھیں توجہ اور تفسیر کی موج میں گہرا غوطہ لگانے کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے۔ اور جرح وتعدیل میں جن کے قدم بہت راسخ ہوتے ہیں اور جن کا پیشہ اپنی عمدہ فکر کے تیروں کے ساتھ باریکیوں کے بال چیرنا (بال کی کھال اُتارنا ہے) ہے اور جنکی صنعت ترکیب اور تحلیل کی رسیوں کے ساتھ بھاگنے والے غلاموں کو باندھنا ہے کیونکہ مجھے اس میں کئی وجوہ سے بہت نفع کی امید ہے۔ بس اس میں سے حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے جو

---

۱۶۱ ن "عکوسہ"

۱۶۲ فی ا،ط "التوجیہ"

الجليل فمن ذلك ما افاد، فاجاد الامام حجة الاسلام حيث شبه المشكوٰة بالقوة الحاسة[102]، والزجاجة بالخيالية، والمصباح بالعقلية، والزيتونة بالمفكرة، والزيت بالقوة القدسية المختصة بالانبياء وكمال[103] الاولياء، وهي شعبة من المفكرة خصيصة[104] بمرتبتين[105] نيلها ما لا تناله، القوة العقلية من اسرار الربوبية، والامور الاخروية، باستعمال المفكرة، واستغناءها، عن صنوف من الامداد الخارجية[106] من تعمل البراهين، والتلقي[107] من المعلمين، وفيه ترك التعرض للنار ولا ارى به بعد ذكر المصباح بأسًا، ثم ان شعب الافكار الخارجية[108] عن الجهات فليست بشرقية ولا غربية

فائدہ پہنچایا اور بہت ہی عمدہ نفع پہنچایا۔ جہاں آپ نے مشکوٰۃ کو قوۃ حاسہ کے ساتھ تشبیہ دی اور زجاجہ کو قوۃ خیالیہ کے ساتھ مصباح کو عقلیہ کے ساتھ، زیتونہ کو قوۃ مفکرہ کے ساتھ اور زیت کو قوۃ قدسیہ کے ساتھ جو انبیاء کے ساتھ خاص ہے تشبیہ دی اور کمال اولیاء یہ قوۃ مفکرہ کا شعبہ ہے جو دو مرتبوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ اس قوۃ کا پا لینا اس چیز کو جس کو قوۃ عقلیہ، قوہ مفکرہ استعمال کر کے نہیں پا سکتی مثلاً ربوبیت کے اسرار (راز) اور اُخروی امور، اور اس قوۃ کا خارجی امداد مثلاً دلائل کو کام میں لانا اور اساتذہ سے سیکھنا وغیرہ سے مستغنی ہونا۔ اور اس تفسیر میں نار سے متعلق کچھ نہیں کہا گیا (تعرض چھوڑ دیا گیا) اور میرے خیال میں مصباح کا ذکر کرنے کے بعد اس میں کوئی حرج نہیں اور ان افکار کے شعبے جو جہات سے خارج ہیں نہ شرقی ہیں نہ غربی، اور زیت بہت سی خارجی امداد سے

---

[102] فی ا،ط "الحساسة"

[103] فی ا،ط "کمّل"

[104] ن "خصصة بمرتبتين"

[105] فی ا،ط "بمزيتين"

[106] فی ا،ط "الخارجية"

[107] فی ا،ط "والتلقن"

[108] فی ا،ط "الخارجية"

والزیت لاستغنارہ عن کثیر من الامداد الخارجیۃ یکاد یضیئ، ولو لم تمسسہ نار، ولکن فی استنارۃ القوۃ القدسیۃ بالعقلیۃ، استنارۃ الزیت بالمصباح تامل، ولعل الامر بالعکس، وقریب منہ ماذکرہ ابونصر فی نظمہ قائلاً۔

نظرت بنور العقل اوّل نظرۃ ففبت عن الاکوان وارتفع اللبس،
ولا زال قلبی لائذا بجمالکم وحفرتکم حتی فنت فیکم النفس،
فصار بکم لیلی نہارا و ظلمتی ضیاءً ولاحت من جنابکم الشمس،
فزیتونۃ الفکر الصحیح اصولہا مبارکۃ اوراقہا الصدق والانس،
وزیتی روح والخیال زجاجتی وعقلی مصباح ومشکوتہ الحس،

بے نیاز ہونے کی وجہ سے قریب ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے لیکن اس بات میں کہ قوۃ قدسیہ قوۃ عقلیہ سے روشنی حاصل کرتی ہے جیسے تیل چراغ سے حاصل کرتا ہے کچھ تامل ہے شاید معاملہ اس کے برعکس ہو اور اسی کے قریب ہے جو ابو نصر فارابی نے اپنی نظم میں کہا ہے۔

— میں نے عقل کے نور سے پہلی بار دیکھا۔ تو میں مادی جہانوں سے غائب ہو گیا اور التباس ختم ہو گیا۔ (اٹھ گیا)

— اور میرا دل ہمیشہ آپ کے جمال اور آپ کی بارگاہ کے ساتھ چمٹا رہا یہاں تک آپ میں میری جان فنا ہو گئی۔

— پس آپ کی وجہ سے میری رات دن بن گئی، اندھیرا روشنی میں تبدیل ہو گیا اور آپ کی جناب سے سورج ظاہر ہو گیا۔

— پس فکر صحیح کا زیتون اس کی جڑیں مبارک ہیں اس کے پتے سچائی اور انس و محبت ہیں۔

— اور میرا روغن روح ہے، خیال میرا شیشہ ہے، عقل چراغ ہے اور حِس (احساس)

الاان جعله الروح زيتا مع جعل الفكر زيتونة غير سديد۔

ومن ذٰلک ماذکرہ شیخ الفلسفۃ ابو علی بن سینا حیث شبہ العقل الھیولانی بالمشکوٰۃ، والعقل بالملکۃ بمعنی الانتقاش بالضروریات بالزجاجۃ، والعقل بالفعل بالمصباح وملک الوحی والالھام بالنار، ثم ان ملکۃ الانتقال من الضروریات الی النظریات ان کان بفکر فکالزیتونۃ، او بالحدس فکالزیت او بالقوۃ القدسیۃ، فکالذی یُضِیٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔

وفی التوزیع امور یخالف السوق مخالفۃ ظاہرۃ، ثم مظروفیۃ المشکوٰۃ ایضاً لاتخلو عن تکلف، ومن ذٰلک محملان حمل علیھما المولی نظام الدین النیساپوریؒ فی تفسیرہ باعتبار عالمی الآفاق والانفس؛

اس کا طاق ہے۔

البتہ ابو نصر کا روح کو زیت اور فکر کو زیتونہ بنانا درست نہیں۔

اور اسی سے وہ توجیہ ہے جو شیخ فلسفہ جناب بوعلی بن سینا نے ذکر کی کیونکہ اس نے عقل ہیولانی کو مشکوٰۃ سے تشبیہ دی اور عقل بالملک کو جب کہ وہ بدیہی اشیاء کے ساتھ نقش ہونے کے معنی میں ہو زجاجہ کے ساتھ اور عقل بالفعل کو مصباح کے ساتھ اور وحی والہام کے ملک کو نار کے ساتھ تشبیہ دی پھر ضروریات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کی قدرت تامہ اگر فکر ونظر کے ساتھ ہو تو زیتونہ کی مانند ہے اور اگر حدس کے ساتھ ہو تو زیت کی مانند یا قوۃ قدسیہ کے ساتھ ہو تو اس چیز کی مانند جو خود بخود روشن ہو جاتی ہے چاہے اُسے آگ نہ چھوئے۔

اور اس تقسیم میں کئی امور ہیں جو کلام کے سیاق کے ساتھ ظاہراً مخالف ہیں۔ مشکوٰۃ کا مظروف ہونا تکلّف سے خالی نہیں اور اسی سے دو محمل ہیں جن پر مولیٰ نظام الدین نیساپوریؒ نے اپنی تفسیر میں دو جہانوں آفاقی اور انفسی (خارجی اور داخلی) کے اعتبار سے محمول کیا ہے۔

اما الاوّل فاشتعال مصباح الکرسیّ فی زجاجۃ العرش، واقعاً فی مشکوٰۃ عالم الاجسام، من زیتونۃ الملکوت، التی ہی باطن الاجسام، غیر منسوبۃ الی مشرق القدم، ولا مغرب الفنار یکاد زیتہا اعنی عالم الارواح لشدۃ قربہ من طبقۃ الوجود یضیٔ بالظہور من العدم، فی عالم الصورۃ المتولدۃ، بازدواج عالمی الغیب والشہادۃ، وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نور القدرۃ الالٰہیۃ، والنور الذی علی النور، نور الصفۃ الرحمانیۃ علی العرش کما فی قولہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔

واَمّا الثانی۔ فاستنارۃ مصباح، سر الانسان فی زجاجۃ قلبہ معلقۃ فی مشکوٰۃ جسدہ متوقدا من زیت، وروحہ التام الاستعداد لقبول نور العرفان من نار التجلی والہدایۃ المستفاد من زیتونۃ روحانیۃٍ مخلوقۃ للبقار کما مر، فاذا انضم الی نور العقل صار نور علی نور،

محلِ اوّل: پس کرسی کے مصباح کا عرش کے زجاجہ میں روشن ہونا جب کہ وہ عالمِ اجسام کے طاق میں واقع ہے۔ ملکوت کے زیتونہ سے جو کہ اجسام کا باطن ہے وہ قدم کے مشرق کی طرف منسوب نہیں اور نہ فنار کے مغرب کی طرف منسوب ہے قریب ہے کہ اس کا زیت یعنی عالمِ ارواح طبقۂ وجود کے زیادہ قریب ہونے کی بنار پر عدم سے عالمِ صورت میں جو کہ عالمِ غیب اور عالمِ شہادت کے باہمی تعلق سے پیدا ہوتی ہے ظہور کے ساتھ روشن ہو جائے۔ اگرچہ اسے قدرتِ الٰہیہ کا نور نہ چھوئے وہ نور جو نور علیٰ نور ہے وہ عرش پر صفت رحمانی کا نور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں واضح ہے۔ "رحمٰن نے عرش پر استوار کیا"

محلِ ثانی: انسان کے راز کے مصباح کو اس کے دل کے زجاجہ میں منور ہونا جو اس کے جسم کے مشکوٰۃ میں معلق ہے اور زیت سے جلایا (روشن کیا) گیا ہے اور اس کی روح جو نار تجلّی کے نورِ عرفان کو قبول کرنے کی استعداد تام اور ہدایت جو روحانی زیتونہ سے مستفاد ہے جسے بقار کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ولا یخفی دنو الوجہ الثانی، لو ابان عن سر الانسان الذی ہو غیر القوی الادراکیۃ التی اعتمادہا
علی الدماغ دون القلب، وغیر النفس الناطقۃ التی جعلہا زیتا ما ہو، اللّٰہم الا ان یکون
الروح الہوائی، وعن شجرۃ الروحانیۃ غیر زیت، الروح ای شیء ہو، وکیف یکون النفس
الفلکیۃ والعقول الکلیۃ روحانیۃ، الا ان یرید رب النوع، وکذا نبوّ الوجہ الاوّل،
فان العرش محیط ببقیۃ الاجسام، ولا کذٰلک الزجاجۃ من المشکوٰۃ، واشرف جوہرًا
واشد ضوءًا من الکرسیّ، ولا کذٰلک ہی من المصباح، ثم ما الافتراق بین شجرۃ الملکوت
الّذی ہو باطن الاجسام، وبین عالم الارواح، ولم یتکلف لقولہٖ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ،
بما لا یدعو الیہ السیاق؛

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے پس جب اُسے نور عقل کے ساتھ ملایا جائے تو وہ نور علیٰ
نور ہو جاتا ہے۔ اور اس وجہ ثانی کا قریب ہونا مخفی نہیں۔ اگر انسان کے راز سے
جُدا ہو جائے جو ادراکی قوتوں سے الگ چیز ہے جن کا اعتماد دماغ پر ہوتا ہے دل
پر نہیں۔ اور نفس ناطقہ سے الگ جس کو اس نے زیت قرار دیا ہے وہ کیا ہے سوائے
اس کے کہ وہ روح ہوائی ہو۔ اور شجرہ روحانیہ سے روح کے زیت کے علاوہ کیا
چیز ہے اور نفس فلکی اور عقول کلیہ کیسے روحانی ہو سکتے ہیں؟ ہاں اگر وہ ربّ النوع مراد
لے (تو ہو سکتا ہے) اور اسی طرح وجہ اوّل کا دور ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ عرش باقی تمام
اجسام کو گھیرے ہوئے ہے لیکن زجاجہ کی مشکوٰۃ کے ساتھ یہ حالت نہیں اور عرش ذات
کے اعتبار سے کرسی سے اشرف اور اس سے زیادہ روشن وچمکدار ہے لیکن مشکوٰۃ کی
مصباح کے ساتھ ایسی کیفیت نہیں۔ پھر شجرۃ الملکوت جو اجسام کا باطن ہے اور عالم
ارواح میں کیا فرق ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد نور علیٰ نور کے بارے میں کیوں ایسی
توجیہ کا تکلف کیا جائے جس کو سیاق کلام نہیں چاہتا۔

ومن ذلک ما ابداہ [قلہ] الشیخ علی المہائمیؒ فی التفسیر الرحمانی مشیراً الی المقامین من ان مثل اشراق نور الحق فی السمٰوٰت والارض، کاشراق مصباح الروح الانسانی بواسطۃ زجاجۃ القلب فی مشکوٰۃ بدنہ، متوقدا من زیتونۃ النفس الحیوانیۃ المثمرۃ للقوی وافاعیلہا، لاہی من المجردات ولا من کثائف الجسمانیات یکاد زیت لطافتہا یضیء، فتفعل افعال شعلۃ الروح الانسانی، فکذلک تعلق نور الحق بالعالم بواسطۃ العقول المتعلقۃ بالاجسام بواسطۃ النفوس الکلیۃ المبارکۃ بکثرۃ الملائکۃ، واذا کان الروح نور البدن والعقول نور العالم، واللہ سبحانہ فوق نورہما فہو نور علی نور محتجب بانوارہما، ولا یخفی ان توفیق نور الحق بنظیرہ بما ذکر غیر مستوفی وان توقد النفس الناطقۃ من النفس الحیوانیۃ

اور ان ہی توجیہات میں سے وہ ہے جو شیخ علی مہائمی نے تفسیر رحمانی میں دو مقاموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ظاہر کی (دکھائی)، کہ اللہ کے نور کے آسمانوں اور زمین میں روشن ہونے کی مثال ایسے ہے جیسے روحِ انسانی دل کے شیشے کی وساطت سے انسان کے بدن میں روشن ہوتا ہے جب وہ نفس حیوانی کے زیتونہ سے جلایا گیا ہو جو مختلف قوتوں اور ان کے افعال کا پھل دیتا ہے نہ وہ مجردات سے ہے اور نہ ہی کثیف جسمانیات سے۔ قریب ہے کہ اس کی لطافت کا روغن (تیل) روشن ہو جائے اور روح انسانی کے شعلے والے افعال کرنے لگے پس اسی طرح اللہ کے نور کا اس جہاں کے ساتھ بواسطہ عقول کے تعلق ہے جو اجسام کے ساتھ بواسطہ نفوس کلیہ کے متعلق ہیں، وہ نفوس کلیہ کثرت ملائکہ کی وجہ سے مبارک ہیں اور روح بدن کا نور ہوئی اور عقول اس جہاں کا نور ہوئے اور اللہ سبحانہٗ ان دونوں کے نور سے بلند ہیں پس وہ نور علےٰ نور ہوئے ——————— جو ان دونوں کے انوار کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں اور یہ بات مخفی نہیں کہ حق تعالیٰ کے نور کو اس مثال کے ساتھ جو ذکر کی گئی ہے موافق کرنا نامکمل اور ادھورا ہے اور نفسِ ناطقہ کا نفس حیوانی سے روشن

قلہ فی ا، ط "ما املاہ"

انما یلیتم مع بعض الوجوہ النادرۃ المذکورۃ فی الخاتمۃ للمتثل[1]

ومن ذٰلک وجہان لہٗ ایضاً اتی بہما فی خطبۃ مشرع الخصوص حکیتہما بلفظہ نادیا فی انشاء الثناء للّٰہ تعالیٰ من قبلی سبحانک اللّٰہم وبحمدک یا من وجودہ نور سماوات الاسماء والصّفات وارض اعیان الممکنات تلالأ فی المشکوٰۃ عدمہا مصباح ظہورک اللائح من زجاجات حبک الذی ہو کوکب درّیّ من شہودک توقد من شجرۃ ربوبیتک المبارکۃ بالجمع بین الاجمال والتفصیل الزیتونیۃ بما لہا من الایجاد والتحصیل ———— لا شرقیۃ یکشف السبحات ولا غربیۃ ترخی الحجاب یکاد زیت جمالک یضیٔ بالظہور ولو لم تمسسہ نار حبک المحرقۃ للستور وذٰلک نور علی نور تہدی لنورک من تشاء من الاحیاء

ہونا چند وجوہ کے ساتھ مناسب ہوتا ہے جو نادر ہیں اور مثال کے لیے خاتمہ میں نقل کی گئی ہیں۔

اور اس توجیہ سے اس کی دو اور تفسیریں ہیں جن کو مشرع الخصوص کے خطبہ میں لایا ہے۔ میں نے ان کو اسی کے الفاظ کے ساتھ نقل کر دیا ہے اپنی جانب سے اللہ تعالیٰ کی تعریف لکھنے کی نیت کرتے ہُوئے۔ اے اللہ تو پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں اے وہ ذات جو ناموں اور صفات کے آسمانوں اور ممکنات کی ذاتوں کی زمین کا نور ہے مشکوٰۃ میں اس کا عدم چمکا۔ تیرے ظہور کا مصباح جو تیری محبت کے شیشوں سے ظاہر ہوا وہ محبت جو تیرے شہود سے چمکتا ہوا موتی ہے جو تیری ربوبیت کے درخت سے روشن ہُوا ہے جو اجمال اور تفصیل کے درمیان جمع کے ساتھ مبارک ہے اور اپنی ایجاد و تحصیل کی وجہ سے زیتونی ہے نہ وہ شرقی ہے جو سبحات کو ظاہر کرے اور نہ غربی ہے جو پردے ڈال دے قریب ہے کہ تیرے جمال کا زیت ظہور کے ساتھ روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ تیری محبت پردوں کو جلا ڈالنے والی ہے اور یہی نور علیٰ نور ہے تو اپنے نور کی

---

[1] فی ا، ط "للتمثیل"

وتضرب الامثال للناس ليحصل لهم الاستيناس وانت بكل شيءٍ عليم، فما أعميت عنك مع غاية ظهورك الا من علمت من عينه[الله] انه في عماه مقيم، فصل على من مصباح روحه نور سموات الارواح وارض الاشباح قبل ان يتلمع بمشكوٰة بدنه ويطلع على زجاجة قلبه الذي هو كوكب درّيّ من تجلي ربه، توقد من شجرة نفسه المباركة يالجمع بين الوجوب والامكان، الزيتونة بالشمول على ثمرات الاعيان، لا شرقية من المجردات ولا غربية من المتعلقات يكاد زيت نبوتها يضيء بالكمات، ولو لم تمسسه نار الرياضة المقتضية لظهور الآيات فاذا مسه فنور على نور تهدي لنور اسراره من تشاء من الانبياء والاولياء، وتضرب الامثال

طرف زندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی عطا کرتا ہے اور لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ ان کو انس و محبت حاصل ہو اور تو ہر چیز کو جاننے والا ہے تو نے اپنے بارے میں باوجود انتہائی ظاہر ہونے کے سوائے اس شخص کے کہ تو جانتا ہے کہ وہ مستقل اندھے پن میں ہے کسی کو اندھا نہیں کیا اے اللہ اس ذات پر درود بھیج درحمت نازل فرما، جس کی روح کا چراغ روحوں کے آسمانوں اور جسموں کی زمین کا اس وقت سے پہلے نور ہے جس وقت وہ اس کے بدن کی مشکوٰۃ میں چمکا اور اس کے دل پر طلوع ہو وہ دل جو اس کے رب کی تجلی سے ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے جو اس کی ذات کے درخت سے روشن ہو وجوب اور امکان کے درمیان جمع کے ساتھ مبارک ہے اور اعیان کے ثمرات کو شامل ہونے کی بنا پر زیتونی ہے، نہ شرقی ہے یعنی مجردات میں سے اور نہ غربی ہے یعنی متعلقات سے، قریب ہے کہ اس کی نبوت کا زیت کمالات کے ساتھ روشن ہو جائے اگرچہ اسے ریاضت کی آگ نہ چھوئے، جو آیات کے ظہور کو چاہتی ہے پس جب اسے چھولیا تو وہ نور علی نور ہو گیا تو اس کے رازوں کے نور کی طرف اپنے انبیاءؑ اور اولیاءؒ میں سے جسے چاہتا ہے اس کی رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں

الله فی ا،ط "علیہ"

للناس لیعلموا رتبتہ، منک برفع بعض حجب الالتباس وانت بکل شیءٍ علیم، فما منعت من اقتباس نورہ الا من علمت انہ، باستعدادہٖ سقیم۔

ثم ان الظاہر ان تضمین الآیۃ من قبیل الاقتباس، دون التفسیر، والا فتلخیص التاویل مع حذف التکرار مراعاۃ التناسب ولاسیما من الوجہ الاول صعب عسیر۔

ومن ذٰلک ما استنبطہ بعض المعاصرین علی طریقۃ الامام العارف الکامل الشیخ المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبہ الذات الالٰہیۃ المتعالیۃ عن الجہات والاشارات والمشارق والمغارب بالزیتونۃ المبارکۃ والشیون المندرجۃ فی الذات بالزیت، والصفات الزائدۃ علیھا المبادی لتعینات ماعداھا بالمصباح، والظلال المتشعبۃ[2] منہا المنطبقۃ[3] فی مرایا الاعدام

کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ التباس کے بعض پردوں کو ہٹا کر تیرے ہاں اس کے رتبے کو جان لیں اور تو ہر چیز جاننے والا ہے تو نے اس کے نور سے چنگاری حاصل کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا سوائے اس شخص کے جسے تو جانتا ہے کہ اس کی استعداد بیمار ہے۔

پھر ظاہر ہے کہ آیت کی تضمین اقتباس کے قبیل سے ہے تفسیر نہیں، ورنہ اس تفسیر کا خلاصہ بیان کرنا تکرار کو حذف کر کے اور مناسبت کی رعایت کے ساتھ بالخصوص پہلی توجیہ سے تو بہت ہی مشکل ہے۔

اور اسی سے ہے جیسے بعض ہم عصر علماء نے امام عارف کامل شیخ مجدد رحمہ اللہ کے طریقے پر استنباط کیا ہے۔ ذات الٰہی کو جو جہتوں، اشاروں، مشرقوں اور مغربوں سے بلند ہے اس کو زیتونہ مبارکہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وہ شیون جو ذات میں مندرجہ ہیں ان کو زیت کے ساتھ، اور ان صفات کو جو اس پر زائد ہیں اور ماسوا کے لیے مبادی ہیں مصباح کے ساتھ اور ان سایوں (عکوس) کو جو ان صفات سے نکلتے ہیں اور عدم

---

[2] ن "المتشعبۃ منہا"
[3] فی ا، ط "المنطبعۃ"

المقابلة لها بالزجاجة، وبهذه المرايا العدمية الموسومة بحقائق الممكنات بالمشكٰوة، فنور الذات بتوسط الاضاءة الذاتية بالشيون اضاء مصباح الصفات، وبوساطتها زجاجة الظلال، وبواسطتها[۱۱۴] رفع ظلمة العدم عن حقائق الممكنات، وظلمة الكفر عن قلوب المؤمنين، وظلمة الغفلة عن قلوب العارفين، ولايخفى ان هذا الوجه انما يلتصق على بعض التقادير الغريبة المذكورة فى الخاتمة، لا على التحرير الظاهر المتعارف المذكور فى المقدمة۔

ثم ان حقائق الممكنات عند الشيخ رضى الله تعالىٰ عنه عبارة عن مجموع الظلال والمرايا، فيكون الزجاجة والمشكٰوة حقيقة واحدة ملتئمة، وان النار وان حصلت من الشجرة، فالنور ذاتى لها على كل حال، فليست هى تستضىء من الزيت، وان قامت عليه بل الامر بالعكس،

کے ان آئینوں میں منطبق ہوتے ہیں جو ان کے مقابل ہیں زجاجہ کے ساتھ۔ اور ان عدمی آئینے جنھیں ممکنات کی حقیقتوں کا نام دیا جاتا ہے مشکٰوۃ کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس ذات الٰہی کے نور نے شیون کے ساتھ ذاتی طور پر روشن ہونے کے توسط سے صفات کے مصباح کو روشن کیا اور ان کی وساطت سے عکوس (سایوں) کے زجاجہ کو اور اسکے واسطے سے عدم کی تاریکی کو ممکنات کی حقیقتوں سے دُور کیا اور کفر کے اندھیرے کو مومنوں کے دلوں سے اور غفلت کی ظلمت کو عارفین کے دلوں سے۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ یہ توجیہ بعض ایسی عجیب وغریب تقادیر اور صورتوں پر چسپاں ہوتی ہے جو خاتمہ میں مذکور ہیں نہ کہ یہ ظاہر اور متعارف باتوں پر جو مقدمہ میں مذکور ہیں۔

مزید ممکنات کی حقیقتیں شیخ کے نزدیک تمام عکوس اور آئینوں کے مجموعے سے عبارت ہیں پس زجاجہ اور مشکٰوۃ ایک ہی جُڑی ہوئی حقیقت ہوں گے اور نار اگرچہ درخت سے حاصل ہوتی ہے پھر اس کا نُور ہر حال میں اس کا ذاتی جزء ہے لہٰذا وہ زیت سے روشنی طلب نہیں کر سکتی اگرچہ اس پر قائم ہے بلکہ معاملہ اس کا اُلٹ ہے پس شیخ کے

---

[۱۱۴] فى ا، ط "وساطتها"

فالاصوب[۱۱۵] علی طریقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یجعل الذات المقدسۃ زیتونۃ ولابد من دھنہ[۱۱۶] تصیر زیتا عند الانفصال، وہی الشیون والصفات زیت، والتعین[۱۱۷] الوجودی مصباح، ودائرۃ الظلال المجردۃ عن المرایا زجاجۃ، ووعاء دائرۃ الامکان من عالمی الامر والخلق مشکوٰۃ، واللہ اعلم۔

ومن ذلک لبعض آخر منہم، الوجود الحقیقی المطلق فی مرتبۃ ذاتہ زیتونۃ مبارکۃ و موجودیتہ[۱۱۸]، وکمالہ بذاتہ قبل الاتصال بنار التعین والظہور زیت مضی، وہو فی مظہرہ الاتم اعنی روح الانسان مصباح فی زجاجۃ معلقۃ فی مشکوٰۃ القلب۔

طریقہ پر صحیح تر توجیہ یہ ہے کہ ذاتِ مقدسہ کو زیتونہ قرار دیا جائے اس کے لیے تیل (چکناہٹ) کا ہونا ضروری ہے جو درخت سے جدا ہونے کے بعد زیت کی شکل میں ہو جاتا ہے اور وہ شیون وصفات زیت ہیں تعین وجودی مصباح ہے اور عکوس کا دائرہ جو مرایا سے خالی ہے وہ زجاجہ ہے عالمِ امر اور عالمِ خلق دونوں میں سے امکان کے دائرے کا برتن مشکوٰۃ ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

اور اسی سے ان میں سے ایک اور کی توجیہ یہ ہے کہ وجودِ مطلق حقیقی اپنی ذات کے مرتبہ میں زیتونہ مبارکہ ہے تعین اور ظہور کی نار کے ساتھ متصل ہونے سے پہلے اسکی موجودگی اور ذاتی طور پر کامل ہونا روشن زیت ہے اور وہ اپنے مظہرِ اتم یعنی انسان کی روح میں ایسے زجاجہ میں رکھا ہوا مصباح ہے جو دل کے مشکوٰۃ میں لٹکا ہوا ہے۔

اور اسی سے وہ توجیہ ہے جو فہم سے حاصل کی گئی ہے دانکی گہری فکر سے

---

۱۱۵ فی ا، ط "فالصواب"

۱۱۶ فی ا، ط "دھنیۃ"

۱۱۷ فی ا، ط "التعین الوجودی"

۱۱۸ فی ا، ط "موجودیۃ کمالہ"

ومن ذلک المقتبس من الفہم[119]، اذا تجلی اللہ سبحانہ فی جذر ذات العبد تجلیا خارجیا علی وزان عینہ الذی ہو اوّل خروجہ الی ما بالفعل، اعنی الی سعۃ الاسم المرید المکنّی عند تمنق الواقع، فسرت اشعۃ الی النفس الناطقۃ والنسمۃ کان التجلی مصباحًا والعین زیتا والاسم المرید زیتونۃ، لاہی زمانیۃ ولا مکانیۃ والنفس الزجاجۃ، والنسمۃ مشکوٰۃ، ولما کان استنارتہا بلا واسطۃ عدلا[120] فی النظم الی قولہ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ -

ومن ذلک ما قیل ان الآیۃ من قبیل تشبیہ بالہیئۃ المنتزعۃ من عدۃ امور وہذا القائل وان سلک مسلک السلامۃ ولکن اغمض اللحظ عن السیاق والسباق المشعرین بدقۃ

اقتباس ہے) کہ جب اللہ سبحانہ نے بندے کی اصل ذات میں خارجی تجلی اس کے عین کے برابر فرمائی جو اس کے بالفعل وجود کی طرف پہلا خروج ہے یعنی نام کی گنجائش کی طرف جس سے یہ مراد ہوتا ہے اور واقع میں پائے جانے پر اس نام سے کنایہ کیا جاتا ہے تو تجلّی کی شعاعیں نفس ناطقہ اور نسمہ کی طرف چل پڑتی ہیں اب یہ تجلّی مصباح ہو جاتی ہے اور عین زیت ہو جاتا ہے اور اسم مرید زیتونہ مبارکہ جو نہ زمانی ہے اور نہ مکانی، نفس زجاجہ اور نسمہ مشکوٰۃ ہو جاتا ہے چونکہ اس کا روشن ہونا بلا واسطہ ہے اسلیے نظم قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف عدول کیا گیا "جیسے طاق جس میں چراغ ہے"۔

اور اسی قبیل سے وہ توجیہ ہے جو کہا گیا کہ یہ آیت تشبیہ تمثیل کے قبیل سے ہے یعنی ایسی ہیئت کے ساتھ تشبیہ ہے جو کئی امور سے انتزاع کی جاتی ہے۔ یہ قائل اگرچہ سلامتی کی راہ پر چلا ہے لیکن اس نے سیاق وسباق کے لحاظ سے چشم پوشی کی ہے جو دونوں اس مثال کی باریکی اور اس کے اجزاء کے ذکر کے اہتمام اور انکی توصیف کو

---

[119] ن "من تفہم — من تفہم ؟"

[120] ن "عدل"

المثال، والاہتمام بذکر اجزاء المثال وتوصیفھا، وحیث جررت الیک ناصیۃ الامر وبانتہ فلاعلی ان اطوی الکشح عما عداہ، فان جمھورھا مما یحوم حولہ او ینحط عنہ، وفیہ غنیۃ للفطن الالمعی، والیہ یرجع الامور۔

(د) رابعھا استقامۃ ما ذکر فی مسلکٍ علی غیرہ او توارد مسلکین فی جزء علی جزء، اوموافقتی لغیری فی شیء ولا ینبغی ان یعد مستقبحا، اذ المسالک وان کانت تتنوع فلیست متخالفۃ بالکلیۃ بل ولا مختلفۃ علی الاطلاق والموافقۃ لیست علی سبیل التطفل والتقلید، فانی بحمد اللہ سبحانہ فی غنیۃ عن ذلک بل اما توارداً، او مصادفۃ، واما اعداد[121] لبسط النظر، واعانۃ حتی انی عثرت بعد علی وجہ من التفسیر الحسینی یطابق الوجہ الاول بتغییر یسیر۔ فلم

ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ میں نے اس معاملہ کی پیشانی اور کھوپڑی اے مخاطب تیری طرف کھینچ کر رکھ دی ہے اس لیے مجھ پر کوئی حرج نہیں اگر میں دیگر توجیہات سے پہلو لپیٹ لوں کیونکہ جمہور اسی کے گرد پریشان پھرتے ہیں یا اس سے نچلے درجے میں رہتے ہیں اور اسی میں ذہین و فطین آدمی کے لیے ماسوا سے بے پروائی کا سامان ہے اور اسی کی طرف سب امور لوٹتے ہیں۔

د: چوتھی۔ جو کسی مسلک میں ذکر کیا گیا اس کے غیر پر استقامت، یا کسی جز میں دوسری جزء پر دو مسلک لانا یا کسی بات میں میرا دوسرے آدمی سے موافقت کرنا اسے بُرا شمار کرنا مناسب نہیں کیونکہ مسلک اگرچہ کئی قسم ہیں تاہم وہ بالکلیۃ ایک دوسرے کے مخالف نہیں اور نہ مطلقاً مختلف ہیں اور ان میں موافقت ایک دوسرے کا خوشہ چین (طفیلی) یا مقلد ہونے کی بنار پر نہیں۔ کیونکہ میں اللہ کے فضل سے اس بات سے بے پروا ہوں بلکہ مذکورہ باتیں یا تو توارد کی وجہ سے ذکر کی گئی ہیں یا ٹکراؤ کی وجہ سے یا وسعتِ نظر کے تیار کرنے اور اس میں مدد دینے کے لیے۔ حتیٰ کہ میں تفسیر حسینی کی

---

[121] فی ا، ط "واما اعداد البسط"

النسخة عملا بقوله صلى الله عليه وسلم كلمة الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها التزاماً لشيمة[۲۲] الانصاف وتحرزا من رذيلة الاعتساف، او لم يكن الغرض من هذا، البسط والتطويل، بل الاشارة الى قانون التطبيق والتاويل، فمن اتقن تحرير المثال عسى ان ياتي باصوب من هذا المقال، فلا ينبغي ان يتوهم، انما عليه الاعتماد والتعويل، وان له دون ما عداه السلامة والتفضيل، او ان نظن ادعاء التفرد والترجيح فانما المنظور الاصلاح والتصحيح، فرحم الله امرأً نظر فيه بعين السرور والرضى، ونبهني بحسن الارشاد على الزلل والخطأ، وتجنب سبيل التعنت والاذى۔

فهذا ما تيسر ارادہ فی الحالة الراهنة، ويستنبط منه بالتركيب والقياس وجوه كثيرة وفی الضمير

ایک توجیہ پر بعد میں مطلع ہوا جو معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلی توجیہ کے مطابق ہو جاتی ہے تو میں نے اس کو منسوخ نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے "دانائی کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے پس جہاں اسے پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ انصاف کی عادت کا التزام کرتے ہوئے اور ظلم کی رذالت سے بچتے ہوئے کیونکہ میرا مقصد اس کلام سے زیادہ تفصیل اور بے جا طوالت نہیں تھی بلکہ صرف تطبیق اور تاویل کے قانون کی طرف اشارہ کرنا تھا پس جس نے مثال کی تحریر سمجھ لی ہو سکتا ہے کہ وہ اس گفتگو سے زیادہ صحیح گفتگو کرے پس یہ وہم کرنا مناسب نہیں کہ صرف اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور اسی کے لیے دوسروں کے سوا سلامتی اور فضیلت ہے یا یہ گمان کرنا کہ اس بات میں یگانہ ہونے اور راجح ہونے کا دعویٰ دنو یہ بھی مناسب نہیں) بلا شبہ مقصود اصلاح اور درستگی ہے پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اس تفسیر میں مسرت اور رضا کی نظر سے دیکھا اور اچھے طریقے سے مجھے لغزش اور خطا پر آگاہ کیا اور طعنہ زنی اور اذیت سے اجتناب کیا۔

پس یہ وہ کلام ہے جو اس موجودہ حالت میں پیش کرنا میرے لیے آسان ہوا

---

۲۲ ن "بشيمة"

رجوہ کففت اللسان عنہا حیث لم المقصود بذل المجہود والاستقصار التوجیہات فی المقام المرصود، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؕ

ثم استغفر اللہ من طغیان القلم واللسان ومن الزلل والعصیان، واتوب الیہ واستہدیہ والوذ بہ، واستکفیہ، واصلی علی حبیبہ محمد واشہد بہ[۱۲۳] وآخر قولی ظاہراً وباطناً، اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

اور اس سے ترکیب اور قیاس کے ساتھ بہت سی توجیہات نکالی جا سکتی ہیں اور دل میں کئی تفسیریں ہیں جن سے میں نے زبان کو روک رکھا ہے کیونکہ یہاں اس متعین مقام پر پوری کوشش کو خرچ کرنا اور تمام توجیہات کو گھیر کر جمع کرنا مقصود نہیں۔ اور میری توفیق نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ سے اپنے قلم اور زبان کی سرکشی اور لغزش و نافرمانی سے مغفرت و بخشش چاہتا ہوں۔ اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں اس کے ساتھ پناہ حاصل کرتا ہوں اور اسی سے کفایت چاہتا ہوں اور اس کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں اور اسکی شہادت دیتا ہوں اور میرا آخری ظاہری اور باطنی قول یہ ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

---

۱۲۳ فی ۱، ط "واستدنیہ بہ"

مطبوعات مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

نام کتاب	جلد نمبر	صفحات	طبع	قیمت
تفسیر سورۃ الفاتحہ	مکمل	۱۸۴	پنجم	۶۵ روپے
〃 〃 البقرہ	جلد ۱	۴۹۶	سوم	۱۰۰ 〃
〃 〃 〃	〃 ۲	۶۴۸	دوم	۱۴۰ 〃
〃 〃 آل عمران	〃 ۳	۶۴۸	〃	۱۵۰ 〃
〃 〃 النساء	〃 ۴	۷۰۴	〃	۱۵۰ 〃
〃 〃 المائدہ	〃 ۵	۵۲۰	اوّل	۱۲۵ 〃
〃 〃 الانعام	〃 ۶	۵۵۲	دوم	۱۳۰ 〃
〃 〃 الاعراف	〃 ۷	۶۸۰	اوّل	۱۵۵ 〃
تفسیر سورۃ الانفال تا سورۃ التوبہ	〃 ۸	۶۲۴	دوم	۱۵۰ 〃
〃 〃 یونس 〃 〃 یوسف	〃 ۹	۸۵۶	اوّل	۲۲۵ 〃
〃 〃 الرعد 〃 النحل	〃 ۱۰	۷۴۴	〃	۲۰۰ 〃
〃 〃 بنی اسرائیل 〃 مریم	〃 ۱۱	۷۲۴	〃	۲۱۰ 〃
〃 〃 طٰہٰ 〃 النور	〃 ۱۲	۸۸۸	〃	۲۳۰ 〃
〃 〃 الفرقان 〃 الروم	〃 ۱۳	۸۶۸	〃	۲۳۰ 〃
〃 〃 لقمان 〃 الصّٰفّٰت	〃 ۱۴	۸۰۸	〃	۲۰۵ 〃
〃 〃 صٓ 〃	۱۵			زیر طبع
〃 〃 〃	〃 ۱۶			〃 〃
〃 〃 الملک 〃 المرسلٰت	پارہ ۲۹	۴۸۸	سوئم	۱۰۰ روپے
〃 〃 النبا 〃 〃 النّاس	〃 ۳۰	۵۹۲	〃	۱۴۰ 〃
دروس الحدیث	جلد ۱	۳۳۲	اوّل	۷۵ 〃
دروس الحدیث	〃 ۲	۴۰۸	〃	۹۰ 〃
دروس الحدیث	〃 ۳	۳۹۲		۹۰ 〃
دروس الحدیث	〃 ۴	۳۹۲	〃	زیر طبع
نماز مسنون کلاں	مکمل	۸۴۰	پنجم	۱۶۰ روپے
خطبات سواتی	جلد ۱			